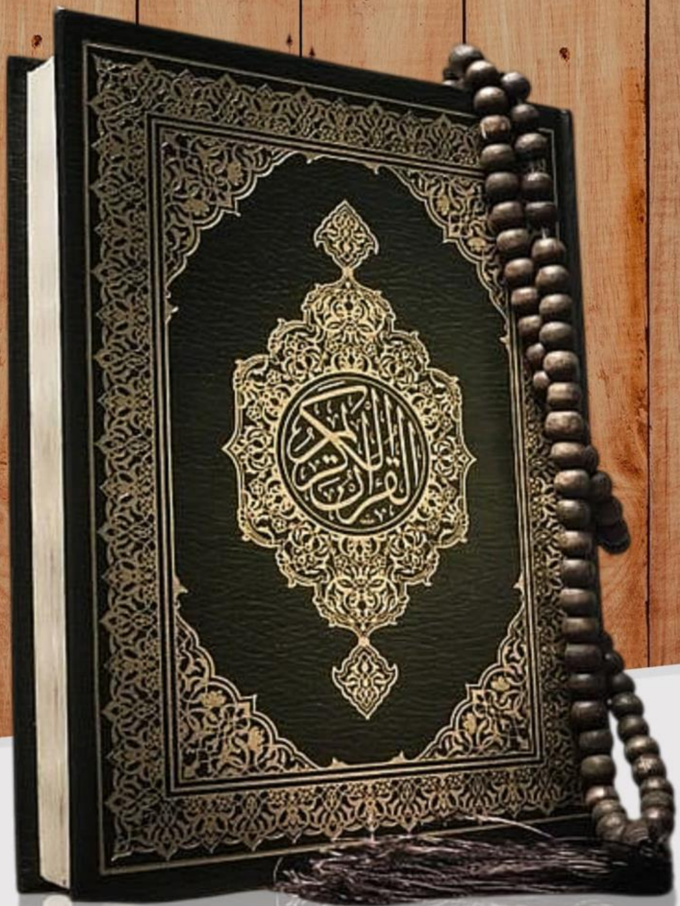
کنز الایمان

پر اعتراضات کے جوابات



تصنیفِ لطیف

حضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Visit Owaisi Books

www.faizahmedowaisi.com

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ،

أَمَّا بَعْدُ، فَأَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

تمہید و مقدمہ

قرآنِ مجید کے تَراجم تقریباً ہر زبان میں شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں، لیکن الحمدُللہ جتنی مقبولیت (قبولیت و پذیرائی) امام احمد رضا مُحدّث بریلوی قدّس سِرّہٗ کے ترجمہ قرآن "کنزُالایمان" کو نصیب ہوئی، یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ نہایت ہی مختصر سے وقت (قلیل مدت) میں، کہ جس کا تاریخی نام "کنزُ الایمان فی ترجمة القرآن" ہے، جو ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا۔ اِس سَن کے بعد بھی اشاعت کا معاملہ گوشۂ خُمول (چھپے رہنے کی حالت) میں رہا، لیکن جوں ہی تاج کمپنی میں اِس کی اِشاعت شروع ہوئی تو پھر اس کے بعد تمام ترجموں پر صحت اور درُستی (صحیح معنوں میں پہنچانے) کے اعتبار سے فَوقیّت (برتری) لے گیا، جس کا اعتراف کارکنانِ تاج کمپنی نے کیا۔

اِس ترجمہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر مخالفین کے پیٹ میں درد ہونے لگا، تو آپ کے ترجمہ قرآن میں کیل کانٹے (عیب) نکالنے شروع کر دیے تاکہ مسلمان دھوکے (فریب) میں آ جائیں، اور اِس ترجمے کی طرف سے اُن کی توجہ ہٹ جائے اور اس کا چڑھتا ہوا سورج غُروب ہو جائے (یعنی مقبولیت ختم ہو جائے)۔ اور نہ صرف "کنزُالایمان" کے خلاف زہر اُگلا گیا (بہتان باندھا گیا)، بلکہ اس پر پابندی لگانے کی سَر توڑ کوشش (شدومد سے کوشش) کی گئی۔ لیکن:

دُشمن چہ کند چو باشد مہربان دوست[1]

ادھر یہ حال کہ جتنا مخالفین "کنزُالایمان" کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے، اُس سے بڑھ کر کئی گُنا یہ آگے کی منازِل (مراتب، درجے) پر ترقی کرتا چلا گیا اور اب تو اس کی منزلیں اتنی دور تک پہنچیں ہیں کہ مخالفین سر پیٹ رہے ہیں (شدتِ ندامت سے پریشان ہو رہے ہیں)۔

اِس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ ترجمہ اِلہامی (اللہ کی طرف سے ملنے والی ہدایت پر مبنی) ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحمۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ نے از خود (اپنی طرف سے) نہیں کیا بلکہ تائیدِ ایزدی (الٰہی مدد) سے کرایا گیا، چنانچہ اِس ترجمہ (کنزالایمان) کا شانِ وُرُود (پسِ منظر، آغاز کی وجہ) یہ ہے:

"صدرُالشریعہ حضرتِ علامہ مولانا اَمجد علی اعظمی عَلَیْہِ الرَّحمَہ نے قرآنِ مجید کی صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رَحمۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ سے ترجمہ کر دینے کی گُزارِش (درخواست) کی۔ آپ نے وعدہ فرما لیا۔ لیکن دوسرے مشاغلِ دیرینہ کثیرہ (پُرانے اور مسلسل کاموں کی کثرت) کے ہُجوم (بوجھ، جمع ہونے) کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدرُالشریعہ کی جانب سے اِصرار (زور) بڑھا تو اعلیٰ حضرت رَحمۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا: چونکہ ترجمہ کے لیے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے، اِس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قَیلولہ (دوپہر کی نیند) کے وقت آ جایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدرُالشریعہ ایک دن کاغذ، قلم اور دَوات (روایتی سیاہی) لے کر اعلیٰ حضرت رَحمۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ دِینی کام بھی شروع ہو گیا۔[2]

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت رَحمۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ زبانی طور پر آیاتِ کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدرُالشریعہ اُس کو لکھتے رہتے، لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کُتُبِ تفسیر و لُغت (تفسیر اور لغت کی کتابوں) کو مُلاحَظہ (مطالعہ) فرماتے، بَعدہٗ (اس کے بعد) آیت کے معنی کو سوچتے، پھر ترجمہ بیان کرتے،

[1] جب دوست مہربان ہو تو دشمن کیا کر سکتا ہے؟ (نوری)

[2] (محاسنِ کنزالایمان از ملک شیر محمد خان اعوان آف کالا باغ، سخنہائے گفتنی، ص 7، رضا اکیڈمی، لاہور)

بلکہ آپ قرآنِ مجید کا فی البدیہہ (بلاتوقف، فطری طور پر) بَرجَستہ (بلاتردد) ترجمہ زبانی طور پر اِس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قُوَّتِ حافظہ (یاد رکھنے کی طاقت) پر بغیر زور ڈالے قرآنِ شریف رَوانی (تسلسل) سے پڑھتا جاتا ہے، پھر جب حضرت صدرُ الشریعہ اور دیگر عُلماءِ حاضِرِین (موجود علماء) اعلیٰ حضرت رَحمۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ کے ترجمے کا کُتُبِ تَفاسیر (تفسیر کی کتابوں) سے تقابُل (موازنہ، مقابلہ) کرتے، تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت رَحمۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ کا یہ بَرجَستہ (فوراً ادا ہونے والا) فِی البَدِیہہ (فطری) ترجمہ تفاسیر کے بالکل مطابق ہے۔ الغَرَض (خلاصہ یہ کہ) اُسی قلیل (کم) وقت میں یہ ترجمہ کا کام ہوتا رہا۔ پھر وہ مبارک ساعت (گھڑی) بھی آگئی کہ حضرت صدرُ الشریعہ نے اعلیٰ حضرت رَحمۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ سے قرآنِ مجید کا ترجمہ کر لیا، اور آپ کی کوشِشِ بلیغ (انتہائی محنت و کاوش) کی بدولت دنیائے سنّیت کو "کنزُ الایمان" کی دَولتِ عُظمیٰ (بڑی نعمت) نَصیب ہوئی۔[3] (سوانحِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ از بدرُ الدین احمد، صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۵)

الہامی ترجمہ ہونے کے دلائل: (۱) مصنّف کتنا ہی زِیرَک زمان (ماہرِ وقت) ہو، پھر بھی اپنی تحریر میں غلطی کر جاتا ہے جس سے اُسے اپنی غلط تَحریر پر لکیر کھینچنی (تصحیح کرنا) پڑتی ہے، خواہ اپنی تحریر کو برسوں سَوچ بچار (غور و فکر) کے بعد لکھے۔ لیکن یہاں یہ حال ہے کہ ترجمہ بَرجَستہ (فوراً) منہ سے نکل رہا ہے اور اُدھر لکھا جارہاہے؛ نہ سوچ بچار ہے، نہ کہیں ٹھہراؤ (توقف) ہے، پھر کمال یہ ہے کہ پورے تیس (۳۰) پاروں کے ترجمہ میں کہیں بھی لکیر کھینچنے کی نوبت نہیں آئی۔ اصل مُسَوَّدَہ (ابتدائی نسخہ) ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں محفوظ ہے۔ آنکھوں سے دیکھ کر میری طرح کہہ دیں کہ یہ ترجمہ سَعیِ اِنسانی (انسانی کوشش) نہیں بلکہ اِلہامی ہے۔

(۲) علامہ عبدُالستار طاہر رِضوی مدّظلّہ نے ایک فہرست تیار فرمائی ہے جو اگلے اَوراق میں مُلاحَظہ (مشاہدہ) کی جاسکتی ہے۔ یہ فہرست معمولی نَوِشت و خُوَرَند (لکھنے پڑھنے والے، عوامی طبقہ) قسم کے لوگوں کی نہیں، بلکہ اپنے دور کے مُحَقِّق (تحقیق کرنے والے) عُلماءِ کرام کی ہے جنہیں مِن جانِبِ اللہ (اللہ کی طرف سے) تَوفیق نَصیب ہوئی کہ "کنزالایمان" پر جس نے بھی کیچڑ اچھالا اُس کا فوراً ایسا دندان شکن جواب ملا کہ جس کے بعد مُعتَرِض کو دوبارہ کچھ کہنے کی جرات نہ ہوئی۔ یہ بھی منجانب اللہ "کنزالایمان" کے تحفظ کا ایک ربانی سامان ہے ورنہ دیگر تراجم کے متعلق دیکھ لیں کہ اُن کی اغلاط کی بھرمار ہے جنہیں نہ صرف خواص بلکہ عوام تک جانتے ہیں لیکن کسی ترجمہ کے لئے کسی طرح دِفاع نہیں ہوا اور یہاں یہ حال ہے کہ "کنزالایمان" کا دفاع کئی درجنوں تک پہنچاہے، علامہ عبدالستار رضوی مدظلہ لکھتے ہیں کہ یوں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اُنہوں نے بھی لکھا، بیگانوں نے بھی اور حق تو یہ ہے کہ حق نے حق کو ہر دور میں منوایاہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر قریباً ہر موضوع پر لکھاجاچکاہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا اِس لئے کہ اُن کی ذات کے بے شمار پہلوؤں پر کام ہورہاہے اور اَن گنت گوشوں پر لکھا جانا باقی ہے، اِس وقت اُن کے ترجمہ قرآن "کنزالایمان" پر اب تک ہونے والے کام کی تفصیل پیش کی جارہی ہے تاکہ شانِ رضویت کا یہ پہلو بھی بایں طور پر اجاگر ہوسکے۔ یہ تفصیل یہ ہے:۔

تفصیل

نمبر شمار	عنوان	مصنف: مؤلف: جریدہ تاریخ اشاعت	مقامِ اشاعت
۱	کنزالایمان اور دیگر تراجم کا موازنہ	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ اکتوبر ۱۹۶۴ء	گوجرانوالہ
۲	ترجمۂ اعلیٰ حضرت	ماہنامہ جام رضا اپریل ۱۹۶۹ء	راولپنڈی
۳	اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن اور دیگر تراجم	مولانا رضائے المصطفیٰ اعظمی ماہنامہ ترجمان اہلسنت نومبر، دسمبر ۱۹۷۵ء	کراچی

[3] (محاسن کنزالایمان از ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ، سخنہائے گفتنی، ص 8، رضا اکیڈمی، لاہور)

۴	محاسن کنزالایمان	ملک شیر محمد اعوان، مرکزی مجلس رضا۔ رضا اکیڈمی ۱۹۷۵ء	لاہور
۵	امام احمد رضا اور اُردو تراجم کا مقابل	سید محمد مدنی، اشرفی ماہنامہ ترجمان اہلسنت فروری ۱۹۷۶ء	کانپور، بھارت
۶	امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات	مولانا خلیل الرحمن رضوی ماہنامہ المیزان مارچ ۱۹۷۶ء	کراچی
۷	امام احمد رضا اور محاسن کنزالایمان	ملک شیر محمد اعوان، ماہنامہ المیزان المیزان مارچ ۱۹۷۶ء	ممبئی بھارت
۸	امام احمد رضا اور اردو تراجم قرآن کی تقابلی مقابلہ	ماہنامہ المیزان، شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں مارچ ۱۹۷۶ء (اعلیٰ حضرت نمبر)	ممبئی بھارت
۹	امام احمد رضا کی ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں	علامہ اختر رضا خان ازہری ماہنامہ المیزان رضا نمبر	ممبئی بھارت
۱۰	فرمانروائے سعودیہ کے نام ایک خط	خواجہ حمید الدین سیالوی ماہنامہ المیزان، رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء	ممبئی بھارت
۱۱	کنزالایمان اور دیوبند تراجم کا موازنہ	مفتی جلال الدین احمد امجدی ماہنامہ پاسبان دسمبر ۱۹۷۶ء	الہ آباد بھارت
۱۲	چارٹ موازنہ تراجم	حاجی نواب الدین گولڑوی ۱۹۷۶ء	لاہور
۱۳	شانِ رسالت اور ترجمہ اعلیٰ حضرت	محمد احسان الحق ماہنامہ رضائے مصطفیٰ فروری ۱۹۸۷ء	گوجرانوالہ
۱۴	امام احمد رضا کا اُردو ترجمہ قرآن	تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند پنجاب یونیورسٹی ص ۱۵۹، ۱۹۷۸ء	لاہور
۱۵	اُردو تراجم قرآن کی تقابلی جائزہ	غلام رسول سعیدی ماہنامہ سلطان العارفین صفر وربیع الاول ۱۳۹۹- ۱۹۷۹ء	گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
۱۶	فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن	مولانا محمد یسین اختر مصباحی ماہنامہ اشرفیہ مارچ ۱۹۸۰ء	مبارک پور بھارت
۱۷	کنزالایمان ہدایت کا نشان	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ﷺ دسمبر ۱۹۸۰ء	گوجرانوالہ
۱۸	موازنہ تراجم قرآن پاک	حاجی نواب الدین گولڑی مارچ ۱۹۸۱ء	لاہور
۱۹	الامام احمد رضا خان البریلوی فہم القرآن الکریم	سید شجاعت علی قادری ماہنامہ الدعوۃ جولائی ۱۹۸۲ء	کراچی
۲۰	دفاع کنزالایمان	علامہ اختر رضا خان بریلوی ماہنامہ سنی دنیا فروری ۱۹۸۲ء	کراچی
۲۱	کنزالایمان پر پابندی کیوں؟	مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (مشمولہ اجالا) ۱۹۸۳ء	کراچی
۲۲	کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن	ملک شیر محمد اعوان، ماہنامہ سنی دنیا فروری ۱۹۸۳ء	بریلی شریف بھارت
۲۳	امام احمد رضا کا ترجمۃ القرآن	مولانا مبین الہدی، ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۸۳ء	مبارک پور بھارت
۲۴	کنزالایمان (قلمی)	علامہ اختر رضا خان ازہری مئی ۱۹۸۳	بریلی شریف بھارت

۲۵	کنزالایمان کے خلاف سازش اور اس کا مثبت جواب	مولانا عبدالستار خان نیازی	لاہور
۲۶	تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان	مولانا عبدالرزاق بھترالوی خطاروی	لاہور
۲۷	قرآن حکیم کے اردو تراجم	ڈاکٹر صالح عبدالحکیم شرف الدین ۱۹۸۴ء	ممبئی بھارت
۲۸	ایک قرآن ایک ترجمہ	اراؤ سلطان المجاہد طاہری	اوکاڑہ
۲۹	کنزالایمان کا اردو تراجم میں مقام	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مجلّہ معارف رضا ستمبر ۱۹۸۵ء	کراچی
۳۰	امام احمد رضا کا ترجمہ کنزالایمان	پروفیسر امتیاز سعید، معارف رضا ستمبر ۱۹۸۵	کراچی
۳۱	کنزالایمان اور اس کی فنی حیثیت	علامہ رانا جاوید القادری ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۷	لاہور
۳۲	تراجم قرآن کا تقابلہ مطالعہ	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کی یکم نومبر ۱۹۸۷ء	گوجرانوالہ
۳۳	کنزالایمان ہدایت کا نشان	خطاب علامہ طاہر القادری ماہنامہ منہاج القرآن جنوری ۱۹۸۸ء	لاہور
۳۴	کنزالایمان اور اس کی فنی حیثیت	خطاب علامہ طاہر القادری ماہنامہ منہاج القرآن جنوری ۱۹۸۸ء	لاہور
۳۵	کنزالایمان اور اس کی فنی حیثیت	پروفیسر عشرت حسین مرزا ماہنامہ جادہ اعلیٰ حضرت نمبر جنوری ۱۹۸۸	جہلم
۳۶	کنزالایمان تفاسیر کی روشنی میں	مولانا محمد صدیق ہزاروی ۱۹۸۸ء	لاہور
۳۷	خصائص کنزالایمان	علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری مارچ ۱۹۸۸ء	لاہور
۳۸	امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات	مولانا کلیم الرحمان رضوی مجلہ امام احمد رضا کانفرس ستمبر ۱۹۸۸	کراچی
۳۹	ترجموں کی غلطیاں	مکتبہ رضائے مصطفیٰ	گوجرانوالہ
۴۰	توضیح البیان لخزائن العرفان	مکتبہ رضائے مصطفیٰ	گوجرانوالہ
۴۱	انور کنزالایمان	مولانا وارث جمال بار علوی	براؤن شریف
۴۲	قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی	مولانا قاری رضاءالمصطفے اعظمی	دہلی
۴۳	کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں	علامہ سعید بن عبدالعزیز	لاہور
۴۴	پاسبان کنزالایمان	مولانا ابوداؤد صادق	گوجرانوالہ
۴۵	کنزالایمان اور دیگر معروف اردو تراجم	پروفیسر مجید اللہ قادری (تحقیقی مقالہ)	کراچی
۴۶	قرآن مجید کے اردو تراجم پر ایک طائرانہ نظر	علامہ عبدالحکیم شاہ جہان پوری (قلمی)	لاہور
۴۷	تراجم قرآن کے ہجوم میں کنزالایمان	مولانا محمد وارث جمال یار علوی ماہنامہ فیض الرسول اکتوبر نومبر ۱۹۸۸ء	براؤ شریف بھارت
۴۸	بلبلات کنزالایمان	----	راولپنڈی
۴۹	مقالہ بر کنزالایمان	پروفیسر ڈاکٹر اسلم فرخی	کراچی

۵۰	اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر	مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود (قلمی)	کراچی
۵۱	بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ	مولانا اخلاق حسین قاسمی	لاہور
۵۲	اردو تراجم قرآن تقابلی مطالعہ	مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی سہ ماہی تصوف، جنوری تا مارچ ۱۹۷۹ء	کراچی
۵۳	قرآن پاک کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ	صاحبزادہ وجاہت رسول قادری مجلہ معارف رضا ستمبر ۱۹۸۹ء	کراچی
۵۴	کنزالایمان ارباب علم ودانش کی نظر میں	محمد عبد الستار طاہر، ستمبر ۱۹۸۹ء	کراچی
۵۵	قرآن سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر مجید اللہ قادری، ستمبر ۱۹۸۹ء	کراچی
۵۶	اعلیٰ حضرت اور کنزالایمان	مولانا محمد وارث جمال یار علوی ماہنامہ استقامت مارچ ۱۹۸۱ء	کانپور بھارت
۵۷	فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں	قاری رضا المصطفیٰ معارف رضا شمارہ دہم کراچی ۱۹۸۸ء	حیدر آباد

نوٹ: یہ فہرست پرانی ہے۔ اِس کے بعد "کنزُالایمان" پر کام ہوا۔ اُسے بالاستیعاب (مکمل طور پر، تفصیل سے) جمع کیا جائے تو آج تک سَو، دو سَو کے لگ بھگ ہوگا۔ اِس کَیفِیت (صورتِ حال) کے پیش نظر میں اسے الہامی ترجمہ نہ کہوں تو کیا کہوں۔

اِنکشافِ حقیقت اور چیلنج: اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان قُدِّسَ سِرہ کے دماغِ مبارک میں قُدرَتِ قدِیر (اللہ رب العزت) نے کوئی ایسا مادّہ وَدیعَت فرمایا ہوا تھا (یعنی خاص صلاحیت رکھ دی تھی) کہ جس فن (علمی شعبے) کے متعلق گُہر افشانی (علمی باتیں بیان) فرماتے، اُس فن کے درجنوں حوالے بتاتے جاتے اور لکھنے والے لکھتے جاتے۔ جب لکھنے والے اصل عبارات کے ساتھ اعلیٰ حضرت رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ کے لکھوائے ہوئے مضمون کا موازنہ کرتے تو سرِ مُو فَرق (ذرّہ برابر فرق) نہ ہوتا۔ یہی حال اِس ترجمۂ قرآن یعنی "کنزُالایمان" کے لیے ہوا جیسا کہ فقیر (مفتی محمد احمد اویسی مدظلّہ العالی) نے اس کے شانِ وُرُود (پس منظر، آغاز کی کیفیت) میں لکھا ہے۔

وہ زمانہ تو دور کی بات ہے، فقیر آج مخالفین کو دعوتِ تحقیق پیش کرتا ہے کہ کوئی ایک آیت لے کر اعلیٰ حضرت رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ کے ترجمہ پر ہماری تفاسیر کے حوالہ جات کا مطالعہ کریں، تو اِن شاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ فقیر اویسی غُفرلہ اِس ترجمہ کے مطابق حوالہ جات کا انبار (ڈھیر، کثرت) لگادے گا۔ نَمُونے کے طور پر کچھ فقیر نے آگے چل کر بھی حوالہ جات سے قلم روک لیا، اِس لیے ماننا پڑے گا کہ اعلیٰ حضرت رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ کا یہ ترجمۃُ القرآن یعنی "کنزُالایمان" الہامی (اللہ کی تائید سے کیا گیا) ترجمہ ہے۔

وَجہِ تألیف ہٰذا: فقیر (مفتی محمد احمد اویسی مدّ ظِلہ العالی) گونا گُوں (بہت سی مختلف) مَصروفِیّات (کاموں) میں گھرا رہتا ہے، لیکن اپنے اکابر (بزرگانِ دین) پر جہاں کسی کو حَرف گیری (اعتراض) کرتے دیکھتا ہے تو پھر بے قابو ہو کر جب تک دِفاع (جواب) مکمل نہ کرلے، بے چین رہتا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قُدِّسَ سِرہ کے ترجمہ پر ایک اخبار کے کسی کالم نِگار (کالم لکھنے والے) کے اعتراضات پڑھے تو فقیر کا خُون کھول گیا۔ فقیر کو چونکہ اخبار والوں سے کسی قسم کی راہ ورَسم (میل جول) نہیں، اور اگر راہ ورَسم پیدا کروں تو وہ فقیر (مفتی محمد احمد اویسی مدّظِلہ العالی) کے اتنا طویل مَضمون (تحریر) شائع کرنے کو تیار بھی نہیں، اِسی لیے کالم نگار کے اعتراضات کے علاوہ مزید کئی تَحقیقی اَبحاث (علمی تحقیقات) مَعرضِ تحریر (لکھنے کے عمل) میں آگئے۔ لیکن افسوس کہ قلم کی حرکت تو ہے لیکن اُس کی اِشاعَت وطباعَت (شائع و چھاپنے) میں بے بس ہوں۔ لیکن الحمدُ لِلّٰہ رحمتِ ایزدی (اللہ کی رحمت) سے مایوس وناامید نہیں ہوں۔ اِسی لیے کالم نگار کی تحریرِ غلط (گھٹیا اور بدزبان تحریر) کے جوابات لکھ کر تَصنِیف خانۂ اُویسیہ (اویسیہ کتب خانے) میں رکھ دیے۔

تَرجَمَۃُ القُرآن: ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا معمولی بات نہیں، بالخصوص کلامِ رَبّانی (اللہ کا کلام) کی تَرجُمَانِی (تشریح و ترجمہ) تو نہایت ہی مشکل کام ہے، اِس لیے کہ نامعلوم اس کَریم جَلَّ شَانَہ (عظمت والے مہربان رب) کی کیا مراد ہے۔ لیکن ترجمہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ترجمہ میں لُغَاتِ عَرَبِیّہ (عربی زبان کے الفاظ و معانی) کی چھَان بین (تحقیق) کر کے، اسلامی اصول کو سامنے رکھ کر، اللہ تعالیٰ پر بھروسا کر کے، خَوفِ خُدا دل میں رکھ کر ترجمہ کرے، ورنہ ہَلَاکَت (تباہی) کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ قرآنِ مجید کے ہر زبان میں تراجم ہو رہے ہیں۔ اُن تَراجِم (ترجموں) سے عوام مستفید ہو رہے ہیں۔ اُن میں اُردو تراجم بھی ہیں۔ اُن میں بعض لَفظِی (لفظ بہ لفظ)، مفہومی (مفہوم کے مطابق) اور بعض تفسیری (تشریحی) ہیں، اور بعض تَفصِیلی (تفصیل والے) وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اکثر تراجم لفظی ہیں تو لفظوں سے صرف مَشہور اور عُرفِی (عام فہم اور معروف) الفاظ کو لیا گیا ہے۔ اُن میں اصولِ اسلامی کی پَرَوَاہ (لحاظ) نہیں کی گئی، جن سے فائدے کے بجائے گُمراہی پھیلی ہے۔ اور بعض تراجم میں اپنے مَسلَکِ غَلَط (گمراہ کن عقیدے) کے مطابق الفاظ کو مدِّنظر (مرکزِ نگاہ) رکھ کر ترجمہ پیش کیا گیا۔ حالانکہ قرآنِ مجید کے ترجمہ کے لیے، جیسے پہلے عرض کیا گیا ہے، کہ لغتِ عربیہ کی چھان بین کر کے ایسا ترجمہ ہونا چاہیے جو اسلامی اصول پر پورا اُتر سکے۔ امثِلَہ (مثالوں) میں سے صرف ایک مثال: "ترجمۂ قرآن مسمّیٰ بہ کنزُ الایمان" کو دیکھ لیجیے، کہ اُس میں نہ صرف تَرجُمَانِی کا حق ادا کیا، بلکہ اُس ترجمہ میں کئی مَعرَکَۃُ الآراء (زبردست علمی اختلاف یا بحث کے حامل) مَسَائِل کو ایک ایک جُملے میں بیان فرما دیا ہے۔ اَعلیٰ حضرت عظیمُ البَرَکَت، اِمامِ اَہلِ سُنّت، مُجَدِّدِ دین و مِلّت، سَیِّدُنا شاہ اِمام اَحمَد رَضا قُدِّسَ سِرّہُ کے بے نظیر ترجمۂ قرآن "کنزُ الایمان" پر خِطّۂ ہِند و پاک (برصغیر ہند و پاکستان) کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسے بین الاقوامی تراجم کے بالمقابل پیش کیا جائے تو بِحَمدِہٖ تَعَالیٰ عالَمِ اسلام کے جمیع تراجم سے ممتاز مُتَصَوَّر ہوگا (یعنی نمایاں اور ممتاز خیال کیا جائے گا)۔ نہایت وُثُوق (اعتماد) سے کہا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرہُ کے ترجمہ کو وہی درجہ حاصل ہے جو "مثنوی شریف" کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "ہست قرآن بزبانِ پہلَوی"[4]

اِس لیے کہ قرآنِ مجید کو عَرَبِیّت سے اردو میں جس طرح اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرہُ نے ڈھالا ہے، بہت کم مترجمین کو یہ نَصِیب ہوا ہے، جیسا کہ تَقَابُلِی تَراجِم (مختلف ترجموں کے باہمی موازنہ) کے باب میں واضح ہے۔

تَرجُمَانِی کی کہانی: سَلطَنَتِ حَیدرآباد دَکَن کے آخری سلطان نِظامُ المُلک ہَفتُم میر عُثمان علی خاں کے پاس ایک صاحب تھے جنہیں آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے دو ہزار روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ اُن کا کام فقط یہ تھا کہ جسے میر عثمان علی خان زَبانِی پیغام بھیجنا چاہیں، اُسے وہ اُس ہی انداز سے پہنچا دیں جس طرح میر عثمان علی خان نے پیغام دیا ہے۔ پیغام سناتے وقت پہنچانے والے صاحب پر اُن کَیفِیّات (احوال و جذبات) کا طاری ہونا (ظاہر ہونا) ضروری تھا جو پیغام بھیجتے وقت خود میر عثمان علی خان پر طاری ہوتی تھیں۔ مثلاً میر عثمان علی خان خُوش ہو کر کوئی بات کہتے، تو وہ بھی خوش ہو کر اُسے نقل کرتے؛ اور اگر میر عثمان علی خان بگڑ کر، تیورِی چڑھا کر (غصے سے) بات کرتے، تو وہ بھی بگڑتے اور تیوری چڑھاتے۔ الفاظ کا بدلنا تو ممکن ہی نہیں تھا، لہجہ (اندازِ آواز) اور طرزِ کَلام بھی میر عثمان علی خان کا ہی رہتا تھا۔ مُخاطب (جسے پیغام دیا گیا) جان جاتا تھا کہ مجھ پر عنایت ہوئی ہے یا عِتاب ہوا ہے۔

متعلقات ضروریہ برائے ترجمہ: علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ میرے دور میں ایک سو بیس (۱۲۰) قرآن مجید تراجم تک پینتیس (۳۵) زبانوں میں لکھے جا چکے ہیں اُن میں بعض تو بار بار چھپے ہیں یہاں تک کہ بعض تراجم چونتیس (۳۴) بار چھپے ہیں۔ (مناهل العرفان، جلد ۲، صفحہ ۳)

اس کے بعد لکھا ہے کہ مترجمین نے مختلف مقاصد کے لئے ترجمے کئے:

---

[4] (یعنی مثنوی، فارسی زبان میں قرآن کے معانی و حکمت کی آئینہ دار ہے)(نوری)

"ومن هؤلاء الذين ترجموه من يحمل للإسلام عداوة ظاهرة ومنهم من يحمل حبا له. "[5]

ترجمہ: اُن میں بعض نے اسلام دشمنی کی بناپر اور بعض نے اسلام کی محبت میں ترجمے کئے۔ (مناهل العرفان، جلد ۲، صفحه ۳)

پھر لکھتے ہیں کہ چار معنوں میں سے کسی ایک معنی پر ترجمہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۱) تبليغ الكلام لمن لم يبلغه ومنه: کلام کو اُس کے ہاں پہنچانا جس کے ہاں وہ نہیں پہنچا۔

(۲) تفسير الكلام بلغته التي جاء بها: اس کلام کو اسی لغت میں وضاحت کے ساتھ بیان کرنا۔

(۳) تفسير الكلام بلغة غير لغته: کلام کو غیر لغت میں وضاحت کے ساتھ بیان کرنا۔

(۴) نقل الكلام من لغة إلى أخرى:[6] کلام کو بعض دوسری لغت میں نقل کرنا۔ (مناهل العرفان، جلد ۲، صفحه ۳)

پھر فرمایا اگرچہ ترجمہ کا اطلاق اِن چاروں معانی پر آتا ہے لیکن عرفِ عام میں:

التعبير عن معناه بكلام آخر من لغة أخرى مع الوفاء بجميع معانيه ومقاصده[7]

جمیع مقاصد ومعانی کو لے کر ایک لغت (زبان) میں منتقل کرنا۔ (مناهل العرفان، جلد ۲، صفحه ۳)

یہ دو قسم ہے: (۱) حَرفِیّہ (۲) تَفسِیرِیّہ

حَرفِیّہ کی تعریف میں لکھتے ہیں: "هي التي تراعى فيها محاكاة الأصل في نظمه وترتيبه"[8]

ترجمہ: حرفیہ یہ ہے کہ اُس میں اصل (عبارت) کے نظم وترتیب کی رعایت (لحاظ) کرکے ایک لغت (زبان) کے لفظ کو دوسری لغت میں منتقل کرنا۔

تفسیرِیّہ کے متعلق لکھا کہ "اس میں رعایتِ مذکور (یعنی اصل نظم وترتیب کا لحاظ) ملحوظ نہیں ہوتا۔

مُترجِم کو چار اوصاف (خوبیوں) کا موصوف (مالک) ہونا ضروری ہے:

(۱) اصل اور ترجمہ کی دونوں لغات (زبانوں) پر مہارتِ تامّہ (کامل عبور) رکھتا ہو۔

(۲) اُن کے اَسالیب وخَصائِص (انداز بیان اور خصوصیات) کا حاذِق (ماہر) ہو۔

(۳) اصل کے تمام معانی ومقاصد کو مکمل طور پر ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(۴) اصل کا پورا معنی ترجمہ میں ڈھالنے کی قدرت (قوتِ اظہار) رکھتا ہو۔

تَقابُلِ تَراجِم (مختلف ترجموں کا باہمی موازنہ): ان امور کو سامنے رکھ کر اب لایئے قرآنِ مجید کے تراجم کو ایسی سَٹیج (جگہ یا مقام) پر جہاں عَقِیدَت مندی (محبت اور وابستگی) کے بجائے تحریر کے لفظ بہ لفظ پر تَنقِیدی نِگاہیں (گہری اور چھان بین کرنے والی نظر) بال کی کھال اُتاریں (یعنی باریک بینی سے ہر پہلو کو جانچیں)۔ اور اُن

---

[5] (مناهل العرفان في علوم القرآن، المبحث الثالث عشر: في ترجمة القران وحكمها تفصيلا، 2/ 107،مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، الطبعة: الطبعة الثالثة)

[6] (مناهل العرفان في علوم القرآن، المبحث الثالث عشر: في ترجمة القران وحكمها تفصيلا، 2/ 109 إلى 110،مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، الطبعة: الطبعة الثالثة)

[7] (مناهل العرفان في علوم القرآن، المبحث الثالث عشر: في ترجمة القران وحكمها تفصيلا، 2/ 110،مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، الطبعة: الطبعة الثالثة)

[8] (مناهل العرفان في علوم القرآن، المبحث الثالث عشر: في ترجمة القران وحكمها تفصيلا، 2/ 111،مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، الطبعة: الطبعة الثالثة)

تراجم کو اوّلاً اُس بد گُمانی (شُبہ) کے طور پر غائرَانہ نگاہ (گہرائی سے نظر) ڈالیں کہ کہیں مترجم اسلام کا لِباس اوڑھ کر اسلام کے بنیادی عقائد اور اصول و ضوابط (قواعد و قوانین) کو جُزئیّات (تفصیلات) سمیت اُکھاڑ (ختم) تو نہیں رہا، یا انہیں کھوکھلا (کمزور) تو نہیں کر رہا۔ اب ناقِد (تنقید کرنے والا) توحید و رسالت، عقائدِ جبر و قدر، مسائلِ آخرت اور جملہ احکامِ شریعت کی کَسَوٹی (پیمانہ) سے آیت آیت کے تحت ترجمہ کے ہر لفظ کو پرکھے گا (جانچے گا)۔ بِفَضلِہٖ تعَالیٰ (اللہ کے فضل سے) اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کا ترجمۂ قرآن بِلاتأمُّل (بلا جھجک و توقف) بول اُٹھے گا: "هَست قُرآن دَرلِباسِ اُردُوئی"[9]

کیونکہ اعلیٰ حضرت عظیمُ البرَکت، امامِ عرب و عجَم، رضی اللہ عنہ کے قلم نے اسلام پر دُشمنانِ اسلام (اسلام کے دشمنوں) کے تمام گِھناؤنے داغ (بدنما الزامات) دھونے (صاف کرنے، مٹانے) میں زندگی گزار دی، پھر وہ اب کس طرح کسی غُبار آلود (گرد آلود، مشتبہ یا غیر واضح) لفظ کو مُنہ لگا سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ "کنزُ الایمان" کی ترجمانی ہر آیت کی حق کی آواز ہے اور اس کا ہر مضمون اسلام کا صحیح ترجمان (درست نمائندہ) ہے۔ چنانچہ ہم نے عَلامہ زُرقانی رحمۃُ اللہِ علیہ کی تحریر پڑھی کہ مترجمین میں کچھ لوگ مُعاندینِ اسلام (اسلام کے ضدی اور عنادی دشمن) بھی ہیں جن کو ترجمہ کرنے سے غرض صرف اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنا (بنیادیں کمزور کرنا) ہے اور بس، لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے لیے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ترجمہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے توحید و رسالت سے لے کر شریعت کے عام مسئلہ (دینی احکام) تک ہر ایک کا پورا حق ادا کیا ہے۔

توحیدِ باری تعالیٰ: اللہ تعالیٰ کی ذات کے آداب (تعظیم واحترام) ملاحظہ ہوں:

(۱) "بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيم" کا ترجمہ کرتے ہوئے کہ "اللہ کے نام سے شروع، الخ" اس میں بتادیا کہ انسان کا سب سے پہلا مقصد عظیم ذاتِ حق (اللہ تعالیٰ) ہو، باقی جملہ اُمور بِالتّبع، بخِلاف (برخلاف) دوسرے تراجم کے، کہ وہاں یہ بات نہیں، بلکہ اُن سب نے لفظ "اللہ" کو ترجمہ میں مُؤخَّر (بعد میں) کر دیا ہے۔

(۲) اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ (البقرۃ:15) (اللہ اُن سے استہزاء کرتا ہے) میں بظاہر ترجمہ میں اشکال (اعتراض) تھا کہ اِستہزاء (مذاق) ذاتِ حق تعالیٰ و تقدُّس (اللہ کی بلند و پاک ذات) کے لائقِ شان (شایانِ شان) نہیں، لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قلم نے وہ الفاظ پیش کیے جن کے پڑھنے کے بعد بارگاہِ حق کے ادب پر مترجم کے لیے مُہرِ ثَبت (تصدیق و سند) ہو گئی۔ چنانچہ لکھا: "اللہ اُن سے استہزاء فرماتا ہے جیسا اُس کی شان کے لائق ہے۔" (کنزُالایمان)

اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہ نے اس میں "استہزاء" کو عربی عبارت میں لکھ کر توضیحاً (وضاحت کے طور پر) ریکٹ (قوسین / بریکٹ) میں لکھ دیا کہ "(جیسا اس کی شان کے لائق ہے)" تاکہ قارئین کو یقین ہو کہ مُترجِم اسلامی عقیدہ کے مطابق ترجمہ لکھ رہا ہے، کہ یہ آیتِ مُتشابِہات[10] سے ہے، بخِلاف (برخلاف) دوسرے ترجمے کے، کہ اُن میں اُلوہیت (اللہ کی ذات وصفات) کی کھلی اور واضح گُستاخی ہے، کہ جس سے ناظرین کو یقین ہو گا کہ نامعلوم یہ مترجمین مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔ ملاحظہ ہو:

☆ اللہ ٹھٹھا کرتا ہے۔ (سرسید)

☆ منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے۔ (فتح جالندھری)

☆ اللہ ہنسی اُڑاتا ہے اُن کی۔ (مرزا حیرت)

---

[9] (یعنی یہ قرآن ہی ہے، جو اردو کے لباس میں جلوہ گر ہے۔) (نوری)

[10] (وہ آیات جن کا حقیقی مطلب صرف اللہ ہی جانتا ہے۔) (نوری)

☆ اللہ ہنسی کرتا ہے اُن سے۔(شیخ دیوبند محمود الحسن)

☆ اللہ جلّ شانہ اُن سے دل لگی کرتا ہے۔(نواب وحید الزمان)

غور فرمایئے! اِن تراجم میں: ٹھٹھا کرنا، ہنسی کرنا، دل لگی کرنا اردو کے ایسے ثقیل الفاظ (بھاری، نازیبا الفاظ) ہیں کہ عام محاورہ میں کسی بھی بزرگ شخصیت پر اطلاق (چسپاں) کرنے سے سُوءِ ادب (بے ادبی) ہے، چہ جائیکہ (پھر کہاں یہ مناسب ہے کہ) خالقِ کائنات پر بولا جائے۔

مذہبِ معتزلہ کی ترجمانی: معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو وُقوعِ فعل کے بعد علم ہوتا ہے[11]۔ لیکن اہلِ سنت کا عقیدہ قدیم سے یوں ہی آرہا ہے اور تا حال (آج تک) ہم سب کا یہی عقیدہ ہے کہ اُس کا علم قدیم ہے۔[12] اِسی لیے اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرّہ نے اپنے ترجمے میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے علم پر حَرف آتا ہے (کلام یا لفظ وارد ہوتا ہے) اور معتزلہ کے مذہب کی تائید (توثیق، تصدیق) ہوتی ہے تو اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرّہ نے اُلوہیت کی گستاخی سے دامن بچا کر معتزلہ فرقہ کے برعکس اہلِ سنت کے عقیدہ کی ترجمانی فرمائی چنانچہ نمونہ (مثال) کے طور پر چند آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) وَما جَعَلنَا القِبلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيها إِلّا لِنَعلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلى عَقِبَيهِ (پارہ ۲، البقرۃ:۱۴۳)

ترجمہ: اور اے محبوب ﷺ، تم جس قِبلہ (نماز کی سمت) پر تھے، ہم نے وہ اِس لیے مقرر کیا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

(۲) وَلَمّا يَعلَمِ اللهُ الَّذينَ جاهَدوا مِنكُم وَيَعلَمَ الصّابِرينَ (پارہ ۴، آلِ عمران:۱۴۲)

ترجمہ: اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے۔

اِس قسم کی جملہ آیات فقیر اویسی غُفِرَلہ نے اپنی کتاب "امر أۃُ الدّلائل" میں جمع کر دی ہیں۔ اور اُن سب میں اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ نے ہر جگہ اہلِ سنت کی ترجمانی (نمائندگی) فرمائی ہے۔

کہیں "عِلم" بمعنی اظہار (ظاہر کرنا) کہیں "عِلم" بمعنی معرفۃ (پہچان، ادراک) اور کہیں "عِلم" بمعنی ابتلاء (آزمائش) لکھا ہے، اور وہ تمام معانی "عِلم" سے مجازاً عرَب میں بکثرت مُستعمل (کثرت سے رائج) ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ ترجمۂ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرّہ کو غیر جانبدار ناقدین (غیر متعصب تجزیہ کار) دیکھ کر یقین کریں گے کہ مترجم اہلِ سنت کے عقائد کا حامی ہے۔ اور ناظرین خوب جانتے ہیں کہ تمام گمراہ فرقوں کے لیے فیصلہ ہو چکا ہے کہ " كُلُّهُم فِي النَّارِ "[13] (سب جہنمی ہیں)۔ اور اہلِ اسلام کا اجماع (پوری امت کا اتفاق) ہو گیا ہے کہ اہلِ سنت ہی ناجی فرقہ (نجات پانے والا گروہ) ہے اور بس۔ اور ترجمۂ قرآن کا مقصد بھی یہی ہے کہ اُس سے عوام کو راہِ حق اور مذہبِ مہذب اہلِ سنت کی رہبری (رہنمائی) کی جائے۔ بخلاف دوسرے تراجم کے کہ اُن کو سامنے رکھا جائے تو آئینہ کی طرح صاف وشفاف نظر آئے گا کہ یہ مترجمین معتزلی ہیں یا اعتزال (معتزلہ فرقہ کا عقیدہ رکھنے والے) کے حامی، صرف انہی دو آیتوں کے تراجم آیۃً ملاحظہ ہوں:

آیت نمبر ۱:

---

[11] (یعنی کوئی کام ہو جانے کے بعد ہی اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے۔)(نوری)

[12] (سنن الترمذي، كتاب الإيمان، ما جاء في افتراق هذه الأمة، 5/ 26، الحديث 2641، دار الكتب العلمية)

[13] (یعنی کوئی کام ہو جانے کے بعد ہی اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے۔)(نوری)

☆ "ہم جان لیں" (سرسید علی گڑھ: ماہنامہ دارالعلوم ۱۹۷۱ء)

☆ "ہم معلوم کرلیں" (ڈپٹی نذیر احمد)

☆ "ہمیں معلوم ہو جائے" (مرزا حیات)

آیت نمبر ۲:

☆ "ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے لڑنے والے ہیں تم میں، اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔" (شیخ دیوبند محمود الحسن)

☆ "حالانکہ ابھی خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں کو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔" (فتح محمد جالندھری)

فائدہ: نمونہ (مثال) کے طور پر یہ دو تراجم پڑھ کر، اگر تعصّب نہ ہو (غیر جانبداری سے دیکھا جائے) تو ناظرین ماننے پر مجبور ہوں گے کہ صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ ہی ترجمۂ قرآن کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ باقی تراجم زمین میں دفن کر دیے جائیں تاکہ جو گمراہ فرقے مرکر مٹی میں مل گئے ہی وہ آج کے آزادی کے دور میں اُن تراجم سے تقویّت پاکر سر نہ اُٹھا سکیں۔

معتزلہ کی دوسری تائید: معتزلہ کے عقیدہ کی تائید میں دوسرے مترجمین نے " لَعَلَّ " کے ترجمہ میں غلطی کی ہے۔ چنانچہ چند تراجم ملاحظہ ہوں: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" (البقرة:21)

ترجمہ: اے لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی، جس نے پیدا کیا تم کو اور اُن کو جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔ (ترجمہ: شیخ دیوبندی محمود الحسن)

اِسی طرح دیگر مترجمین کا بھی یہی حال ہے۔ حالانکہ اس ترجمہ کا رد قاضی بیضاوی (مشہور درسی مفسر) کی کتاب سے رد موجود ہے، وہ لکھتے ہیں:

"لَمْ يَثْبُتْ فِي اللُّغَةِ مِثْلُهُ"[14] **یعنی:** لغت میں اس کی مثال ثابت نہیں۔

کہ اس میں "لَعَلَّ" بمعنی کَےْ (تاکہ) مستعمل ہوا ہے، باوجود اِس کے کہ درسی کتاب میں اس کا رَدّ (تردید) موجود ہے، لیکن ان یتامی (علمی طور پر ناتجربہ کار یا محروم فہم افراد) سے غلطی سرزد ہوئی جس سے پڑھنے والا مترجم کی جہالت کے علاوہ یقین کرے گا کہ یہ ترجمہ کسی معتزلی کا ہے۔ اور پھر اس سے اللہ تعالی کی گستاخی کا بیّن (واضح) ثبوت ہے کہ وہ اپنے بندوں سے عبادت کی اُمیدوں میں ہے، حالانکہ مسلمان مدعی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں اور نہ ہی وہ کسی کی عبادت کا محتاج ہے۔ اور دوسری گستاخی یہ ہوگی کہ اُمید کی وابستگی، لاعلمی ثابت کرتی ہے۔ (وَهُوَ عُلُوا كَبِيرا) (اور یہ بہت بڑی گستاخی ہے)۔

لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایسا پیارا ترجمہ کیا کہ جس سے اہلسنت کے مسلک کی بھی تائید ہے اور مخالفِ اسلام کو بھی اعتراض کی گنجائش نہیں۔ آپ نے اس ترجمہ کو لکھا: "اے لوگو! اپنے رب کی بندگی کرو، جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا، یہ اُمید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے"۔

خُدا کا مکر (معاذ اللہ): بھلا کوئی یہ گوارا کر سکتا ہے کہ بزُعمِ خویش (اپنے خیال کے مطابق) اس کی کسی ممتاز شخصیت (قابلِ قدر شخصیت) کو دغاباز، چالاک، مکّار کہا جائے؟ تو کتنا دُکھ پہنچے گا اور کہنے والے پر سرزِنش (ڈانٹ) اور ملامت (ملامت یا تذلیل) نہیں بلکہ ڈنڈے برسائے جائیں گے، اگرچہ بولنے والا ہزاروں قسمیں کھائے کہ "اُس سے میری مراد یہ تھی اور میری نسبت یہ نہیں تھی"، تو کوئی نہیں مانے گا۔ لیکن قرآن کے ترجمان سے یہی الفاظ اگر تحریر سے مل جائیں تو ناقدِ غیر جانبدار یہ ترجمہ کس کھاتے میں ڈالے گا؟ بقول علامہ زرقانی: ایسا شخص ملحد بے دین ہے یا جاہل غبی ہوگا۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

---

[14] (تفسير البيضاوي = أنوار التنزيل وأسرار التأويل، البقرة:22، 1/ 55، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الأولى – 1418هـ)

"وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ"(پارہ۳، سورۃ آلِ عمران، ۵۴)

ترجمہ: "اور مکر (چال، فریب) کیا اُن کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے، اور اللہ کا داؤ (چال، منصوبہ) سب سے بہتر ہے۔" (ترجمہ: شیخ دیوبند محمود الحسن)

اور ایسے ہی دوسرے تراجم کا حال ہے، لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا ادب سامنے رکھ کر ترجمہ کیا: "اور کافروں نے مکر کیا، اور اللہ نے اُن کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے"۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے لغوی معنی (لفظی معنی) کو بھی نبھایا اور ادبِ بارگاہِ الٰہی کا دامن بھی نہ چھوڑا۔ اعلیٰ حضرت سے پہلے کے مترجمین سے اس طرح کی گستاخی (بے احتیاطی) اُلوہیت کے مقام میں منقول ہے۔ آپ کے بعد والوں نے "مکر" کے معنی کو صرف "تدبیر" (چالاکی سے سوچا گیا منصوبہ) کے معنی میں لیا، تو وہ اُلوہیت کی گستاخی سے تو بچے لیکن لغوی معنی سے ترجمہ ٔ قرآن کا حق ادا نہ کر سکے، کیونکہ "مکر" کا معنی صرف "تدبیر" کہیں نہیں آیا۔ ایسے ترجمہ سے مترجم کی لاعلمی اور جہالت تو ظاہر ہو گی۔

اُلوہیت کے ادب کو رسالت کے ادب پر فوقیت کا نمونہ:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور آپ کے معتقدین پر غُلو (حد سے زیادہ بڑائی دینا) کا طعنہ زوروں پر ہے، حالانکہ یہ بھی تعصُّب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے ترجمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاں بھی خطابِ نبوی آیا وہاں "تم" کا لفظ استعمال فرمایا، اور آپ کے مخالفین نے "آپ" کا۔ یہ بھی بارگاہِ الٰہی کے ادب اور بے ادبی کا مسئلہ ہے، کیونکہ لفظ "آپ" کا استعمال خطابِ اَعلیٰ (بلند مقام والا خطاب) کو کرتا ہے، اور اگر اعلیٰ، ادنیٰ کو خطاب کرے تو "تم" بولتا ہے۔

آدابِ رسالت: بقول علامہ زرقانی رحمہ ُاللہ علیہ، مترجمین میں بہت سے ایسے گزرے ہیں جن کا مقصد صرف اور صرف اسلام کی مضبوط دیوار کو کھوکھلا کرنا تھا، اور یہی کیفیت (حالت) تا قیامت (قیامت تک) رہے گی۔ ان غلط کاروں کی نشان دہی (گمراہ کن لوگوں کی پہچان) بھی اُن کے تراجم سے ہو سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام دشمنوں کا سب سے بڑا حربہ (وار) اُلوہیت (اللہ کی ذات) کے بعد، رسالت ہے۔ چنانچہ ہم چند تراجم کی نشاندہی کرتے ہیں پھر اُن کے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ بھی لکھ دیا جائے گا تاکہ قارئین آسانی سے سمجھ سکیں کہ کون سا ترجمہ مبنی بر صحت عقائدِ اسلام ہے اور کون سا عقائدِ اسلام کے خلاف۔

سورۂ طٰہٰ میں ارشادِ خداوندی ہے: "وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى" (طٰہٰ:۱۲۱) مولوی عاشق علی دیوبندی نے اِس کا ترجمہ یوں کیا ہے: "اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی، پس گمراہ ہوئے"۔ دیکھو! اِس ترجمہ میں اللہ کے ایک معصوم نبی کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام معصوم (گناہ اور گمراہی سے پاک) ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اِس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: "اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی، تو جو مطلب چاہا تھا اُس کی راہ نہ پائی"۔

فائدہ: آیت کے ترجمہ میں مولوی عاشق علی نے آدم علیہ السلام کو گمراہ لکھ دیا، لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ترجمہ میں ہی عصمتِ انبیاء (انبیاء کی معصومیت) کے عقیدہ کو ملحوظ رکھا (پیشِ نظر رکھا)۔ قرآن کریم میں ہے: "قَالُوا تَاللّٰهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ" (پارہ۱۳، رکوع۵، سورہ یوسف:۹۵)

ترجمہ: "لوگ بولے: قسم اللہ کی، تُو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے"۔ (ترجمہ: مولوی محمود الحسن دیوبندی)

ترجمہ: وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اُس پرانے غلط خیال (قدیمی گمان یا سوچ) میں مبتلا ہیں۔ (ترجمہ: اشرف علی تھانوی)

ترجمہ: بیٹے بولے خدا کی قسم! آپ اپنی اِس پرانی خود رَسی (اپنے خیال پر اصرار یا خود پسندی) میں ہیں۔ (ترجمہ: اعلیٰ حضرت قدس سرہ)

وضاحت: عربی میں لفظ "ضلال" کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ اُس کے معنی مغلوب ہونا (کسی حالت میں کمزور پڑ جانا) اور گمراہ ہونا کے بھی ہیں۔

اور لفظ "ضلالت"، محبت ووارفتگی (دل و جان سے کسی شے میں کھو جانا) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

"وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" (سورۂ والضحیٰ، آیت ۷)

ترجمہ: اور پایا آپ کو بھٹکتا ہوا، اور پھر راہ سجھائی۔ (ترجمہ: محمود الحسن دیوبندی)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا، سو آپ کو (شریعت کا راستہ) دکھلایا۔ (ترجمہ: اشرف علی تھانوی)

ترجمہ: اور تمہیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت کی۔ حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ جاہل معاشرہ میں گم ہو کر رہ گئے تھے۔ (مودودی)

ترجمہ: اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ (دل و جان سے محو و مستغرق) پایا، تو اپنی طرف راہ دی۔ (ترجمہ: اعلیٰ حضرت قدس سرہ)

انتباہ: دوسرے مترجمین نے (اپنے الفاظ سے) حضور اکرم ﷺ اور یعقوب علیہ السلام کو (معاذ اللہ) گمراہ ثابت کیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ میں یہ بات ہرگز نہیں، بلکہ عصمتِ نبوت (انبیا کی گمراہی سے حفاظت) کے ساتھ ادب کا دامن بھی تھاما گیا ہے۔ بلکہ بعض اداروں کے نام کچھ ایسے رکھے جاتے ہیں جن کے الفاظ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ادارے صرف قرآن مجید کے معانی و مطالب کے لیے ہیں، حالانکہ اگر اُن کے ترجمہ کو دیکھا جائے تو سراسر گمراہی ہی گمراہی نظر آتی ہے۔ مثلاً کراچی میں ایک ادارے کا نام ہے: "ادارہ اشاعت القرآن والحدیث" اِس کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) فَلَمَّا رَاَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ (الانعام: ۷۸) **یعنی** پس جب دیکھا ابراہیم نے سورج کو روشن، کہا یہی ہے پروردگار میرا۔[15]

(ترجمہ: ادارہ اشاعت القرآن والحدیث)

(۲) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا (یوسف: ۲۴) **یعنی** تحقیق قصد کیا اُس عورت نے ساتھ یوسف کے، اور قصد کیا یوسف نے ساتھ اس کے۔

(ترجمہ: ادارہ اشاعت القرآن والحدیث)

(۳) لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح: ۲) **یعنی** تاکہ بخشے خدا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہو۔[16]

(ترجمہ: ادارہ اشاعت القرآن والحدیث)

(۴) وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (الضحیٰ: ۲) **یعنی** اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا، پس راہ دکھائی۔[17] (ترجمہ: ادارہ اشاعت القرآن والحدیث، کراچی وغیرہ)

لہٰذا اِن آیات کے ان تراجم سے (معاذ اللہ) حضرت ابراہیم، حضرت یوسف اور حضور اکرم ﷺ کی عصمت کو نقصان پہنچتا ہے، اور عام قاری کے ذہن میں انبیاء کے مقام سے متعلق گمراہی پیدا ہو سکتی ہے۔ (**نعوذ باللّٰہ من ذٰلك**)

واہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ! اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا شاندار ترجمہ کیا جس سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر کسی قسم کا دھبہ نہیں لگتا مثلاً:

(۱) آیت: "جب سورج جگمگاتا دیکھا، بولے اِسے میرا رب کہتے ہو۔"

(۲) آیت: "بے شک عورت نے اُس کا ارادہ کیا، اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔"

---

[15] اشکال: اس ترجمہ سے (معاذ اللہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مشرکانہ سوچ میں مبتلا بتایا گیا، حالانکہ یہ سارا واقعہ بطورِ حجت و استدلال بیان کیا گیا ہے، نہ کہ عقیدۂ باطلہ۔ (نوری)

[16] اشکال: یہاں "ذنب" کا لفظ عام معنی میں "گناہ" ترجمہ کر کے (معاذ اللہ) نبی کریم ﷺ کو گناہگار ثابت کیا گیا، جو کہ سراسر ادبِ رسالت کے منافی ہے۔ (نوری)

[17] اشکال: یہاں بھی "ضال" کا ترجمہ عام "گمراہ" کے معنوں میں کر کے (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کو راہ سے بھٹکا ہوا اظاہر کیا گیا، حالانکہ اس لفظ کے کئی مجاز معانی بھی ہیں۔ (نوری)

(۳) آیت: "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے۔"

(۴) آیت: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ (محویت ووارفتگی میں ڈوباہوا) پایا، تو اپنی طرف راہ دی۔"

ہر آیت کا کتنا عالمانہ (علم پر مبنی)، عارِفانہ (معرفت و فہم سے بھرپور)، محتاط (ادب واحتیاط سے پُر)، اور ادب آموز (ادب سکھانے والا) ترجمہ ُمبارکہ ہے جس میں ہر ہر پہلو کو ٹھوس (مضبوطی سے) رکھ کر علم وعقیدہ کا حسین اِمتزاج (خوبصورت ملاپ) پیش کیا گیا ہے۔

ترجمۂ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحسین وآفرین کی وجہ:

اشاعۃ القرآن کے ترجمہ کی خامی اوپر عرض کر دی ہے، اب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ کی خوبی ملاحظہ ہو:

آیت نمبر ۱: کا ترجمہ ہے کہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے سورج وغیرہ کو خود اپنا رب نہیں کہا، بلکہ اپنے مخاطب (سامنے والے) مشرکین سے فرمایا کہ تم اِسے میرا رب کہتے ہو؟

آیت نمبر ۲: کا ترجمہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے عورت کا کوئی قصد (ارادہ) نہیں کیا، قصد کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل (نشانی) نہ دیکھتے، لیکن چونکہ اپنے رب کی دلیل دیکھ لی، اِس لئے قصد کی ابتداء ہی نہیں آئی۔

آیت نمبر ۳: کا ترجمہ ہے کہ پیارے حبیب ﷺ آپ گناہوں سے معصوم (بچائے گئے) ہیں، البتہ اُن کے سبب سے (یعنی آپ کی امت یا آپ کے صدقے) اُن کے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخشے جائیں گے۔[18]

آیت نمبر ۴: کا ترجمہ ہے کہ پیارے حبیب ﷺ تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ (محویت میں ڈوباہوا) پایا، تو اپنی طرف راہ دی، تم راہ ہدایت بھولنے والے نہیں۔

تبصرہ اویسی غفرلہ: اِن آیات میں امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے قرآن کی ترجمانی کا بھی حق ادا کر دیا ہے اور عقیدۂ اسلامی یعنی عصمتِ انبیاء علیہم السلام کو بھی آنچ نہیں آنے دی۔ بخلاف دوسرے تراجم کے کہ اُن میں گو ترجمہ الفاظ کے مطابق ہو گا لیکن عقیدۂ اسلام کے تو سراسر خلاف ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی سطحی طور (ظاہری نظر سے) اُن کا سادہ ترجمہ دیکھے گا تو لازماً گمراہی کا شکار ہو گا۔ اگر کوئی غیر مسلم پڑھے گا تو یا تو اُس کی گمراہی میں اضافہ ہو گا، ورنہ کم از کم اسلام کے مَحاسِن (خوبیوں) کو قبائح (برائیوں) کی شکل میں تصوّر کرے گا، اور سمجھے گا کہ جب اِن کا قرآن، اللہ تعالیٰ اور انبیاء کی بے ادبی وگستاخی سکھاتا ہے، تو ایسے اسلام کو تو دور سے سلام!

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کی داد دیجئے (تعریف کیجئے) کہ آپ نے قرآن مجید کی صحیح ترجمانی فرمائی، عِصمت و شانِ رسالت کا تحفظ کیا، اور اعتقادی گمراہیوں کا اِستیصال (یعنی جڑ سے ختم) بھی فرمایا۔

موازنۂ تراجم: ذیل میں فقیر مزید چند آیاتِ قرآنی کے مختلف تراجم اولاً بلا تبصرہ درج کر کے پھر مختصر تبصرہ عرض کرے گا، تاکہ ذکیّ الطبع اور کُند ذہن دونوں کو انصاف کا موقع نصیب ہو۔

شانِ اُلوہیت (اللہ کی ذات وصفات) پر نقائصِ تراجم:

صرف نمونہ کے طور پر ایک آیت کا موازنہ حاضر ہے:

---

[18] (یعنی مقصد امت کی مغفرت ہے، نہ کہ حضور ﷺ پر گناہ کا اطلاق) (نوری)

آیت: وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ (پارہ ۹، سورۃ الانفال: ۳۰)

(۱) **ترجمہ:** اور وہ اپنی چال چل رہے ہیں، اور اللہ اپنی چال چل رہا ہے۔ (مودودی)

(۲) **ترجمہ:** اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی داؤ کرتا ہے۔ (محمود الحسن دیوبندی)

(۳) **ترجمہ:** اور مکر کرتے تھے وہ اور مکر کرتا تھا اللہ۔ (وحید الزمان غیر مقلد)

تبصرہ اویسی غفرلہ: اِن تراجم میں اللہ تعالیٰ پر مَکْر (چالاکی سے دھوکہ دینا) اور داؤ (چالاک تدبیر سے نقصان پہنچانا) اور چال چلنے جیسی قبیح (ناپسندیدہ، نامناسب) صِفَتوں (صفات) کا اطلاق کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیس (پاکیزگی) وتَنْزِیہ (بلندی وبے نیازی) کے بالکل خلاف ہے، جب کوئی اسلام ناآشنا (نہ جاننے والا) اِن تراجم کو پڑھے گا تو کہہ اُٹھے گا کہ کیسا خدا ہے جو مَکْر (دھوکہ) اور داؤ (چالاکی) کرتا ہے، اور دشمنِ اسلام تو اِن تراجم سے پھَبتیاں (مذاق) اڑاتا ہے، جیسا کہ سیتارتھ پرکاش نے ایسی آیات چُن چُن کر (منتخب کرکے) اسلام کا مذاق اُڑایا ہے۔ (ملاحظہ ہو سیتارتھ پرکاش، مطبوعہ لاہور، باب نمبر ۱۴)

غور فرمایئے! اِن تراجم میں حِفظِ مَراتِب (درجات ومقامات کالحاظ) وشانِ اُلوہِیّت (خدائی عظمت) سب کچھ نظر انداز کرکے کیسے عامیانہ (بازاری وگھٹیا) طریقہ اور بازاری (ست اور عام فہم) قسم کے الفاظ میں اللہ جل شانہ کا چال چلنا، داؤ کرنا، فریب دینا، ہنسی مذاق اور دل لگی کرنا بلاجِھجک (بغیر ہچکچاہٹ کے) اور بے دھڑک (بے خوف ہوکر) لکھ دیا گیا ہے۔ طُرفہ (عجیب بات) یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تَنْقِیص (شان گھٹانے) کو پکّا (مضبوط) کرنے کے لئے عکسی (عکس شدہ، فوٹو) حمائل شریف مُتَرجَم (مطبوعہ شیخ علامہ علی اینڈ سنز لاہور) میں پہلی آیت کے تحت مولوی محمود الحسن کے مذکورہ ترجمہ کے حاشیہ پر مَعاذَ اللہ خدا تعالیٰ کے ہنسی کرنے پر مزید لکھا ہے کہ "ہنسی اور تَمَسْخُر (مزاح اور مذاق) کا انتساب ذاتِ باری کی طرف بائبل (انجیل) میں بھی ہے: 'میں تمہاری پریشانیوں پر ہنسوں گا، اور جب تم پر دَہْشَت (خوف) غالب ہوگی تو میں ٹھٹھے (مزاق واستہزا) ماروں گا۔ "وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہ"

ایک تو پہلے ترجمہ غَلَط، دوسرا تَحْرِیف شُدہ (بدلاہوا) بائبل کے بالکل بازاری وعامیانہ ترجمہ سے تائید (تصدیق)، تیسرا: خدا تعالیٰ کا اپنی مَخْلُوق کی پریشانی پر ہنسنا اور اُن کے دَہْشَت زدہ (خوف زدہ) ہونے پر ٹھٹھے مارنا، یہ کلامِ خُداوندی (اللہ کا کلام) کا ترجمہ ہے یا کوئی ناول نَوِیسی (افسانہ لکھنا) وافسانہ نِگاری (کہانیاں گھڑنا)؟ ایسی باتیں تو ایک عام مُتَّقِی (پرہیزگار) اور شریف آدمی کے اَخلاق سے بھی بعید ہے، چہ جائیکہ مُنَزَّہ (پاک) ومُقَدَّس ذات کی طرف اُنہیں مَنْسُوب کیا جائے۔

کمالِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ: امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ نے لُغات کی چھان بین کرکے ایک نَفِیس (پاکیزہ وعمدہ) ترجمہ فرمایا کہ ترجمۂ قرآن کا حق بھی ادا کر دیا اور شانِ اُلُوہِیَّت (اللہ کی خدائی وبزرگی) پر حرف بھی نہ آنے دیا۔ "کنزُ الایمان" میں آپ نے لکھا کہ "اور وہ اپنا مَکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا۔" اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے لیے "مَکر" کا معنیٰ "خُفیہ تدبیر" لکھا، اور "لِسانُ العرب" (لغت کی مستند کتاب) میں مَکر کا معنی لکھا ہے: "التَّدبِیر الخَفِی" یعنی "خُفیہ تدبیر"۔ اِن لوگوں نے لُغات دیکھنے کے بجائے مولوی اسماعیل دہلوی کا معنی لے لیا، جو اُس نے "وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ" میں مَکر کا معنیٰ مَکر ہی کیا۔ (تقویۃ الایمان)

نُبُوَّت پر حملہ: جو برادری توحید کی عَلَمبردار ہے، جب وہ اللہ تعالیٰ کی تَنْقِیص (کمی یا بے ادبی) میں کَسر نہیں چھوڑ رہی، تو اُن کے حملوں سے شانِ نُبُوَّت کیسے بچ سکتی ہے؟ اُن کے تراجم میں سے صرف دو آیتیں حاضر ہیں:

آیت نمبر ۱: وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۷)

ترجمہ: اور پایا تجھ کو بھٹکتا (راہ سے ہٹا ہوا) پھر راہ دی۔ (شاہ عبد القادر)

ترجمہ: اور پایا تجھ کو راہ کھولا ہوا، پس راہ دکھائی۔ (شاہ رفیع الدین)

ترجمہ: و یافت تُرا راہ گم کردہ یعنی شریعت نمی‌دانستی، پس راہ نُمود۔ (شاہ ولی اللہ)

ترجمہ: اور آپ کو بے خبر (شریعت سے ناواقف) پایا، سو راستہ بتایا۔ (عبد الماجد دریابادی دیوبندی)

ترجمہ: اور تم کو دیکھا کہ راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے (سرگرداں) پھر رہے ہو، تو تم کو دینِ اسلام کا سیدھا راستہ دکھا دیا۔ (دیوبندی ڈپٹی نذیر احمد)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا، سو آپ کو (شریعت کا) راستہ بتلا دیا۔ (اشرف علی تھانوی دیوبندی)

ترجمہ: اور تم کو بھٹکا ہوا پایا اور مَنزِلِ مقصود (مطلوبہ مقام) تک پہنچایا۔ (مقبول شیعہ، پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۷)

تبصرہ اویسی غفرلہ: آیتِ مذکورہ میں لفظ "ضَآلًّا" استعمال ہوا ہے۔ اس کے مشہور معنیٰ "گُمراہی" اور "بھٹکنا" ہیں۔ چنانچہ بعض اہلِ قلم نے مُخاطَب پر نوکِ قلم (نرم الفاظ) کے بجائے خنجر پیوست (سخت حملہ) کر دیا۔ یہ نہ دیکھا کہ ترجمہ میں کسی کو راہ گُم کردہ، بھٹکتا، بے خبر، راہ بھولا کہا جارہا ہے، رسولِ کریم ﷺ کی عِصمَت (گناہوں اور لغزشوں سے پاک ہونا) باقی رہتی ہے یا نہیں۔ اِس کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ صاحبان اگر تفاسیر کا مُطالعہ کرتے یا کم از کم اِس آیت کا سیاق و سَباق (ابتدائی و اختتامی جملے) ہی بغور دیکھ لیتے، اور اندازِ خطابِ باری تعالیٰ ہی پر نظر ڈال لیتے۔ حالانکہ "ضَآلًّا" سے پہلے "مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی" (الضحیٰ: ۳تا۴) تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے (یعنی: آخرت دنیا سے بہتر ہے) موجود ہے اس کے بعد ہی رسولِ ذیشان ﷺ کی گُمراہی (ضَلالت) کا ذکر کیسے آ گیا؟

ناظرین غور کریں: حُضور اگر کسی لحظہ (لمحہ) گمراہ (راہِ حق سے ہٹے ہوئے) ہوتے تو راہ پر کون ہوتا؟ یا یوں کہیے: جو خود گمراہ رہا ہو، بھٹکتا پھرا ہو، راہ بھولا ہوا ہو، وہ ہادی (ہدایت دینے والا) کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ خود قرآنِ مجید میں نفیِ ضَلالت (گمراہی کی نفی) کی صراحت (صاف الفاظ میں بیان) موجود ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی (پارہ ۲۷، سورۂ نجم، آیت ۲) **یعنی:** تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔

جب اللہ تعالیٰ اِس آیت میں حضور نبی پاک ﷺ کی بے رہروی (راہِ حق سے ہٹنے) کی نفی خود فرما رہا ہے، تو پھر اُنہیں دوسرے مقام پر ضال (گمراہ) کیسے فرمایا جائے گا؟ لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے لفظی ترجمہ بھی وہ لیا جو تنقیصِ رسالت (رسالت کی شان گھٹانے) پر دال (اشارہ کرنے والا) ہے، حالانکہ ضَالًّا صرف "گمراہ" کے معنیٰ میں نہیں، اس کے اور معانی (مفاہیم) بھی ہیں، جنہیں فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غفرلہ) آگے چل کر عرض کرے گا۔ تو پھر چُن کر ہی وہ معنیٰ کیوں کیا گیا جو تنقیصِ رسالت پر دَلالت کرے؟ بھلا اِن تراجم کو دیکھ کر مخالفِ اسلام (غیر مسلم) کیسے اسلام قبول کرے گا؟ وہ تو کہے گا: جب نبی ﷺ خود گمراہ ہیں (معاذ اللہ عزوجل)، تو دوسروں کو کیا راہ دکھائیں گے؟

آنکه خود گُم است کِرا رہبری کُند؟ **یعنی** جو خود گُمراہ ہے، وہ دوسرے کی رہبری کیسے کرے گا؟

اعلیٰ حضرت کا کمال: امام احمد رضا خان مُحدِّث بریلوی رحمۃُ اللہِ علیہ نے ایسا پیارا ترجمہ کیا جو لُغاتِ عرب (عربی لغتوں) کے بھی عین مطابق ہے اور شانِ نُبوَّت کے بھی نہ صرف شایانِ شان ہے بلکہ نبوت کے رفیع المنزلت (بلند مرتبہ) پر دال (اشارہ کرنے والا) ہے۔

آپ نے "کنزالایمان" میں ترجمہ کیا: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رَفتہ (محویت میں کھویا ہوا) پایا تو اپنی طرف راہ دی۔"

اور "ضالّاً" کے معنی "وارفتہ" (محبت میں کھویا ہوا) لغت میں موجود ہیں۔ اِس کی تفصیل آئے گی (ان شاء اللہ عزوجل)۔

آیت نمبر ۲: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (پارہ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۱)

ترجمہ: "ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ، تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ، جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے" (شاہ عبدالقادر)

ترجمہ: "تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر، تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے، اور جو پیچھے رہے" (شاہ رفیع الدین)

ترجمہ: "ہر آئینہ ما کم کر دیم برائے تو فتح ظاہر، عاقبت فتح آن است کہ بیامرز د ترا آنچہ سہ سابق گذشت از گناہ تو و آنچہ پس ماند" (شاہ ولی اللہ)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالی آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ (عبدالماجد دریابادی–دیوبندی)

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی در حقیقت ہم نے تمہاری کھلم کھلا فتح کرا دی تا کہ تم اس فتح کے شکریہ میں دینِ حق کی ترقی کے لئے اور زیادہ کوشش کرو اور خدا اُس کے صلہ میں تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے۔" (ڈپٹی نذیر احمد دیوبندی)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ (اشرف تھانوی دیوبندی)

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی صریح وصاف تا کہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔

(فتح محمد جالندھری، یہ ترجمہ محمود الحسن کا ہے۔)

تبصرہ اویسی غَفَرَلَہٗ: تَراجِم مَذکورہ پر ناظِرین (دیکھنے والے، قارئین) غور فرمائیں کہ ان میں رِسالَت مآب ﷺ کی کسی قدر (کسی نہ کسی درجے میں) بے اَدَبی پائی جاتی ہے۔ ان عام تَراجِم (رائج ترجموں) سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی معصوم (خطا سے پاک) ماضی (گزشتہ وقت) میں بھی گُنہگار (گناہ کرنے والا) تھا۔ مُستَقبَل (آئندہ وقت) میں بھی گُناہ کرے گا۔ مگر فتحِ مُبین (کھلی کامیابی) کے صدقے میں اگلے پچھلے تمام گُناہ معاف ہوگئے، اور آئندہ گُناہِ رسول (ﷺ) معاف ہوتے رہیں گے۔

یہ فتحِ مبین آپ کو نہ دی گئی ہوتی، تا کہ آپ کے گُناہوں پر سَتّاری (پردہ پوشی) کا پردہ پڑا رہتا۔ اس معصوم کے تمام مخفی (چھپے ہوئے) گُناہ ترجمہ پڑھنے والوں کے سامنے آشکار (ظاہر) ہوگئے اور معلوم ہوا کہ آئندہ بھی گُناہ سرزد (واقع) ہوتے رہیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان گُناہوں کی مَعافی کی پیشگی (پہلے سے دی گئی) ضَمانَت ہوگئی ہے۔ مفسرین نے جو مَعنیٰ (مفہوم) بیان کیے ہیں، اُس کے مطابق انہوں نے ترجمہ کیوں نہیں کیا؟ ترجمہ پڑھنے والوں کی گمراہی (راستے سے بھٹکنے) کا کون ذِمّہ دار ہے؟

جب نبی معصوم گنہگار ہو تو لفظ "عِصمَت" (محفوظ ہونا گناہ سے) کا اطلاق کس پر ہو گا؟ عِصمَتِ اَنبِیاء کا تَصَوُّر اگر جُزءِ ایمان (ایمان کا حصہ) ہے تو کیا گنہگار، خطاکار (غلطی کرنے والا) نبی ہو سکتا ہے؟ اقوالِ صَحابہ (صحابۂ کرام کے بیانات)، مُفَسِّرین (تفسیر کرنے والوں) کی تَوجِیہات (وضاحتوں، تشریحات) سے ہٹ کر ترجمہ کرنے پر کس نے آپ کو مجبور کیا؟ ایک عربی یہودی یا نَصرانی (عیسائی)، یا ہمارے یہاں جنہوں نے عربی زبان پڑھی ہے وہ بھی اِس قسم کا ترجمہ کر سکتے ہیں۔ تو آپ، جو کہ عالِمِ دین کہلاتے ہیں، تفاسیر اور حدیث وفقہ کی تعلیم سے آراستہ ہیں، بغیر سوچے محض (صرف) لفظ بلفظ ترجمہ کر دیں تو آپ میں اور اُن (یہودی ونصرانی) میں کیا فرق ہو گا؟

افسوس تو اِس بات کا ہے کہ بعض صاحبان نے اپنے خیال و گُمان (ذاتی سوچ) پر چُن چُن کر واضح کیا کہ مَعاذَ اللہ (اللہ کی پناہ) حضور ﷺ میں عُیُوب (نقائص، کمزوریاں) ہیں۔ چُنانچہ ڈِپٹی نذیر اَحمد کا ترجمہ مطبوعہ تاج کمپنی، نمبر پی ۱۴۱ کے آخر میں مضامینِ قرآنِ مَجید کی مُکمل فِہرِست دی گئی ہے۔ اس فِہرِست کے حصہ دوم باب ۵ کا عنوان (سُرخی) یہ ہے: "حضور ﷺ پر جو خُدا کی طرف سے عِتاب (ملامت، نرمی سے ڈانٹ) ہوا یا آپ کی کسی بات پر گرفت ہوئی۔" حوالے کے طور پر آیات پیش کی گئی ہیں۔ اس سے آپ اُن کی اللہ کے محبوب ﷺ کی طرف سے دِلی عَداوَت (دشمنی) و بُغض (نفرت) کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

اَعلٰی حَضرت کا کَمال: امام اَحمَد رَضا خان، فاضِلِ بریلوی قُدِّس سِرہٗ نے ایسا نَفیس (خوبصورت و محتاط) ترجمہ فرمایا ہے کہ جس میں کسی قِسم کی اُلجھن (تشویش) نہیں۔ آپ "کنزُالایمان" میں لکھتے ہیں: "بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تا کہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔" ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کا جوشِ عَقیدت (محبت و احترام کا جذبہ) جَنابِ خَتمی مرتبت (حضرت محمد ﷺ) کے لیے اپنے کَمال پر ہے۔ اُن کو بھی ترجمہ کے وقت یہ تشویش ہوئی ہو گی کہ عِصمَتِ رَسول ﷺ پر حَرَف (طعن یا شبہ) نہ آئے اور قُرآن کا ترجمہ بھی صحیح ہو جائے۔ وہ عَقیدت بَھری نِگاہ (توجہ، گہری نظر) جو آستانۂ رَسُول ﷺ پر ہَمہ وَقت (ہر وقت، مسلسل) بچھی ہوئی ہے، اُس نے دیکھا کہ "لَكَ" میں "ل" سَبَب (وجہ، واسطہ) کے معنی میں مُستَعمَل (استعمال) ہوا ہے۔ لہٰذا جب حضور ﷺ کے سبب سے گناہ بخشے گئے تو وہ شخصیّتیں اور ہوئیں جن کے گناہ بخشے گئے۔ اہلِ بَصیرَت (سمجھ بوجھ رکھنے والوں) کے لیے اِشارہ کافی ہے۔ معَنَوِیّت (باطنی مفہوم) سے بَھرپُور، روشن فَتح کے مُطابِق ترجمہ فرما دیا۔ اِس کی تفصیل آئے گی، (اِن شاءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ)۔ بَہَر حال، ان لوگوں نے تَنقِیصِ رِسالَت (رسالت کو کم تر ظاہر کرنے) پر پُورا زور لگایا۔ ایک اور آیت ملاحظہ ہو:

آیت نمبر ۳ فَإِنْ يَشَأِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ "(پارہ ۲۵، سورۂ شُوریٰ، آیت ۲۴)

ترجمہ: "پس اگر خواہد خُدا ، مہر نہد بر دِلِ تو ۔" (شاہ وَلیُّ اللّٰہ)

ترجمہ: "اگر خُدا چاہے تو اے محمد (ﷺ)! تمہارے دل پر مہر لگا دے۔"[19] (فتح محمد جالَندَھری)

ترجمہ: "پس اگر چاہتا اللّٰہ، مہر رکھ دیتا اوپر دِل تیرے کے۔" (شاہ رفیعُ الدّین)

ترجمہ: "سو اگر اللّٰہ چاہے، مہر کر دے تیرے دِل پر۔" (شاہ عبدُالقادر)

ترجمہ: "تو اگر اللّٰہ چاہے تو آپ کے قلب پر مہر لگا دے۔" (عبدُالماجد دریابادی دیوبندی)

ترجمہ: "سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دِل پر بند لگا دے۔" (سابقہ ترجمہ)

ترجمہ: "دل پر مہر لگا دے۔ (اشرف علی تھانوی دیوبندی)

تَبصرہ اویسی غفرلہ: تمام تَراجم سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ "خَتَمَ اللّٰهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ "(البقرۃ:۷) (یعنی اللّٰہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی) کسی کے بعد مہر لگانے کی کوئی جگہ تھی تو یہی تھی۔ صرف ڈَرا دھمکا کر چھوڑ دیا۔ کِس قَدر (کتنا بڑا) بَھیانک (خوفناک) تَصَوُّر ہے وہ ذاتِ اَطہَر (نبی پاک ﷺ کی پاک ہستی) کہ جس کے سَر مُبارَک پر اسراء (شبِ معراج کے سفر) کا تاج رکھا گیا، آج اُس سے فَرمایا جا رہا ہے کہ ہم چاہیں تو تمہارے دل پر مہر لگا دیں۔

مہر کی اقسام: مہر دو قِسم کی ہوتی ہے:

۱. ایک وہ جو "خَتَمَ اللّٰهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ "(البقرۃ:۷) (اللّٰہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی) میں استعمال ہوئی۔

۲. اور دوسری "خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ" (الاحزاب:۴۰) (نبیوں کے آخر) کی۔

19) (اگر اللّٰہ کا ارادہ ہو تو تیرے دل پر مہر لگا دے کہ پھر ہدایت کی روشنی داخل نہ ہو سکے۔") (نوری)

کاش تمام مُترجمین، تفاسیر کی روشنی میں ترجمہ کرتے، تو اُن کی نُوکِ قلم (قلم کی نوک) سے رَحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قلبِ مُبارک (مبارک دل) محفوظ رہتا۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قلبِ مُبارک کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی رَحمت اور اَنوار (نور و برکت) کی بارِش ہو رہی ہے، جس دِل کو ہر شے سے مَحفوظ کیا گیا ہے، اِس آیتِ مُبارکہ میں اُس کی مزید توثیق (پختہ وضاحت) کر دی گئی۔ اِس لئے اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اِس کا یوں ترجمہ فرمایا:

"اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دِل پر اپنی رَحمت و حفاظت کی مہر لگا دے۔" (کنزُ الایمان)

اعتراضات کے جوابات

سوال: "مولوی احمد رضا نے جب اپنا ترجمۂ قرآن 'کنزُ الایمان' کے نام سے پیش کیا، تو اُس وقت بھی بہت سے اُردو تراجم موجود تھے، اِن حالات میں ایک نئے اُردو "ترجمہ کی کیا ضرورت تھی؟"[20]

(جمیل نَذِیری، رضا خانی ترجمہ و تفسیر پر ایک نظر، صفحہ ۱۱۹)

جواب: یہ سوال محض مُعَاندانہ (ضدی) و جَاہِلانہ (نادانی) رَوِش پر مبنی ہے۔ اِس کا اندازہ لگانے کے لیے ملاحظہ ہو: دیوبندیوں کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، صدر المُدرِّسین دارُ العُلوم دیوبند، لکھتے ہیں: "بندہ کے احباب میں اول مولوی عاشقِ الٰہی سَلَّمَہ، ساکن میرٹھ، نے ترجمہ کیا۔ اُس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب نے ترجمہ کیا۔ اَحقر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا ہے، جو جُملہ خَرابیوں سے پاک وصاف اور عمدہ (بہترین) ترجمے ہیں۔"

اب مذکورہ بالا عبارت پر مُعترِض کے انداز میں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب مولوی عاشقِ الٰہی کا ترجمہ پہلے سے موجود تھا، تو مولوی اشرف علی تھانوی نے کون سی کمی محسوس کی کہ ایک دوسرے ترجمہ کی ضرورت پڑی؟ مولوی عاشقِ الٰہی نے ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں ترجمہ پیش کیا اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں ترجمہ پیش کیا۔ یہیں سے بات ختم نہیں ہوتی، بلکہ بعد میں چل کر حضرت شیخ الہند نے بھی تھانوی صاحب کے ترجمے کے چار سال بعد ترجمہ کرنا شروع کیا، جس کی ابتداء ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء سے ہوتی ہے اور تکمیل ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔

گویا کہ دس (۱۰) سال کی جُہدِ مُسلسل (مسلسل کوشش) کے بعد یہ ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ مزید چند ترجموں کی ایک مختصر فہرست پیشِ خدمت ہے، جو مذکورہ تینوں ترجموں کے بعد وجود میں آئے:

☆ مولوی احمد حسین نَدوِی کا ترجمہ: ۱۳۵٦ھ / ۱۹۳۷ء میں لکھا گیا۔

☆ مولوی عبد الماجد دَریابادی کا ترجمہ: ۱۳٦۲ھ / ۱۹۴۴ء میں لکھا گیا۔

☆ مولوی احمد سعید دہلوی کا ترجمہ: ۱۳۸۲ھ / ۱۹٦۲ء میں لکھا گیا۔

اِس کے بعد بھی بعض علمائے دیوبند نے مزید ترجمے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے متعدد تراجم پیش کیے۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے ترجمہ کی ضرورت:

سب کو معلوم ہے کہ شاہ عبدُ القادر و شاہ رفیعُ الدّین کے تراجم میں پُرانی اُردو کے علاوہ وَہابیت گھُسیڑی گئی (زبردستی شامل کی گئی) اور بعض مقامات (جگہوں) پر اسلامی رُوح کے مُنافی (خلاف) باتیں پائی گئیں، کیونکہ یہ ترجمے دراصل وَہابیوں نے کیے اور نام اِن دونوں بزرگوں کا ظاہر کیا۔ اِس کی تحقیق فَقیر (مفتی فَیض احمد اویسی غَفَرَ اللہُ لہ) کی تصنیف "مسلکِ شاہ وَلِیُ اللہ" میں پڑھئے۔

20) (رضا خانی ترجمہ و تفسیر پر ایک نظر از جَمیل نَذیری، خوش فہمیوں کے شیش محل، ص 119، مکتبہ صداقت، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی)

اِن ترجموں کے بعد ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا ترجمۂ قرآن مجید شائع ہوا، لیکن اُنھوں نے ترجمہ میں جا بجا (جگہ جگہ) محاورات گھسیٹ کر قرآنِ حکیم کے مطالب (معانی) کو ہی گُم کر دیا، اور اکثر مقامات پر اپنے نیچری (طبیعت پرست، مادہ پرستانہ) خیالات کو بھی داخل کر دیا۔ اس کے بعد دیوبندیوں اور وَہابیوں کے تراجم منظرِ عام پر آئے تو وہ بھی وَہابیت کے ترجمان (نمائندہ) بن بیٹھے، بلکہ بعض مقامات پر ایسی ٹھوکریں کھائیں (غلطیاں کیں) کہ قاری یقین کر لیتا ہے کہ یہ صاحبان غیر شعُوری (انجانے میں) ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے (کفر کے قریب پہنچ گئے) ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں، کچھ نمونے پہلے عرض کر دیتا ہوں:

"فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ" (پارہ ۱۷، سورۂ اَنبیاء، آیت ۸۷) **ترجمہ:** پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اُس کو۔ (مولوی محمود الحسن دیوبندی)

اِس آیت میں محمود الحسن صاحب نے "نہ پکڑ سکیں گے اُس کو" کے جو الفاظ لکھ دیئے ہیں، اُن سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ غالباً یُونُس علیہ السّلام کا خیال تھا کہ خُدا کی ذات اُن پر قابو نہ پاسکے گی۔ اُن جیسے جلیلُ القدر (عظمت والے) پیغمبر علیہ السّلام کے متعلق تو کُجا (کہاں)، کسی عام مسلمان کے متعلق بھی یہ تصوّر نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے مُقابلہ میں (اپنی نسبت سے) خُدا کی گرفت (پکڑ) کو عاجز (قابو سے باہر) اور دَرماندہ (کمزور) خیال کرے، ایسا عقیدہ تو کُفر ہے۔ امام احمد رضا خان محدّث بَرَیلوی قُدِّسَ سِرہ نے ایسا ترجمہ کیا جو لُغت (عربی لغت) کے عین مطابق ہے اور یونس علیہ السّلام کے بارے میں بھی غلط تصوّر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آپ نے لکھا: "تو گُمان کیا (یونس علیہ السّلام نے) کہ ہم اس پہ تنگی نہ کریں گے"۔ (کنزُالایمان)

تبصرہ اویسی غفرلہ: اعلیٰ حضرت نے لکھا: "ہم اس پر تنگی نہ کریں گے" کتنے حَسِین (خُوبصورت) الفاظ میں حقیقی مفہوم ادا کیا ہے۔ ایک مُحِب (محبت کرنے والا)، اپنی محبّت کے زعم (گُمان، فخر) میں یقیناً یہ خیال کر سکتا ہے کہ محبوبِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) اُسے کبھی تنگی میں مبتلا نہیں کرے گا۔ دراصل "نَقْدِرَ" کا مادہ (روٹ لفظ) "قَدَرَ" ہے، جو کہ بمعنی تقدیر (تعیین کرنا، مُقرر کرنا) اور بمعنی تنگی (کمی، محدود کرنا) بھی آتا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت مترجم اپنے عقیدے پر ترجمہ کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کو انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی عقیدت (احترام، تعظیم) نے مجبور کیا، لہٰذا انہوں نے "قَدَرَ" کا مطلب "تنگی" لیا۔ اور اِس معنیٰ کی تائید (حمایت، تصدیق) لُغات کے علاوہ قرآنِ مجید میں بھی ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ" (سورۃالقصص، آیت ۸۲)

ترجمہ: "اللہ رزق وسیع (کشادہ) کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے، اور تنگی فرماتا ہے۔" "قَدَرَ" بمعنی "تنگی" نہ صِرف اسی آیت میں ہے بلکہ متعدد (کئی) آیات میں ہے: ایک اور آیت: "وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ" (الطلاق:۷) "یعنی جس شخص پر رزق تنگ کر دیا گیا۔" اِس آیت میں بھی "قَدَرَ" بمعنی تنگی ہے۔ اِسی طرح ایک اور آیت: "وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ" (الفجر:۱۶)

ترجمہ: "کسی شخص کو جب اللہ تعالیٰ نے تنگیِ رزق میں مبتلا کیا۔"

اِس آیت میں بھی "قَدَرَ" بمعنی تنگی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السّلام کو مچھلی کے پیٹ میں رکھ کر اِس قدر شدید (بہت زیادہ) تنگی میں مبتلا کیا کہ کسی اور شخص کو ایسی شدید تنگی میں مبتلا نہ کیا تھا۔ اور اِسی طرح اُن کا غُصّہ ٹھنڈا کر دیا۔ اور زُجّاج نے یہ کہا کہ اِس آیت میں "قَدَرَ" بمعنی قضاو قدر (فیصلہ و تقدیر) کے ہے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السّلام نے یوں گُمان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں (بلا اجازت جانے پر) اُن کے لئے مچھلی کے پیٹ میں رکھنے کی جو تنگی مقدّر فرمائی ہے اُس کو ٹال دے گا۔ اور اُنھوں نے کہا کہ "قَدَرَ" بمعنی "تقدیر" کے بھی آتا ہے اور اِسی طرح تفسیر میں بھی آتا ہے۔

خُلاصہ یہ کہ دونوں معنیٰ لغت میں مشہور (معروف) ہیں: "قَدَرَ" بمعنی "تقدیر" اور "قَدَرَ" بمعنی "تنگی" بھی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی خُوب جانتا ہے کہ اِس آیت سے کیا مراد ہے۔ لیکن جس شخص نے اِس آیت میں "قَدَرَ" کو "قدرت" سے ماخوذ مان کر کہا کہ حضرت یونس علیہ السّلام نے یوں گُمان کیا کہ اللہ

تعالیٰ اُن کو پکڑ نہ سکے گا، تو یہ ناجائز(غلط) ہے۔ اور اِس معنی کا گمان اللہ کی قدرت میں شک کرنا ہے، اور اُس کی قدرت میں شک کرنا کُفر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السّلام کو اِس قسم کے گمان سے محفوظ(بچایاہوا) اور معصوم(خطاسے پاک) رکھا ہے۔

اور اِس آیت کا یہ معنی وہی شخص کر سکتا ہے جو لغتِ عرب اور اُس کے محاورات سے جاہل(ناآشنا) ہو۔ مذکورہ بالا بیان(لسان العرب، جلد ۵، صفحہ ۷۷) کی تلخیص(خلاصہ) ہے، تاکہ غیر جانبدارانہ طور پر سمجھا جاسکے کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں کتنی نفاست(خوبصورتی وگہرائی) ہے، اور دوسروں کے تراجم کتنے گندے عقائد کی غلاظت(ناپاک خیالات کی آلودگی) سے بھرے ہیں۔

اندریں حالات(ایسے حالات میں) مِلّتِ اسلامیہ کے لیے قرآنِ مجید کے ایک صحیح، سلیس(آسان)، اور بامحاورہ(اردواسلوب کے مطابق) ترجمہ کی اَشد ضرورت تھی۔ آخر کار اُس ضرورت کو اَحسن(بہترین) طور پر پورا کرنے کی سعادت(خوش نصیبی) اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرّحمٰن کو نصیب ہوئی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدّس سرّہ نے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں قرآنِ مجید کا ایسا شاندار(عظیم الشان) ترجمہ پیش کیا، جس کے لیے کہا جاسکتا ہے:

"بَسْتِ قرآن درزبانِ اُردوئی"[21]

اس طویل تقریر(تفصیلی وضاحت) سے مخالف کو نہ صرف سوال کا جواب ملا بلکہ اگر مخالفین تعصُّب(جانبداری) کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر دیکھیں تو یقیناً کہہ سکیں گے کہ اعلیٰ حضرت کو قرآنِ مجید کا ترجمہ اردو میں لکھنا ضروری تھا۔

سوال: مولوی احمد رضا علیہ الرّحمۃ نے ترجمہ کے ابتداء میں لفظ "اللہ" لا کر کون سی خوبصورتی(زبان وبیان کی نفاست) پیدا کر دی؟ فعلِ مقدّر کو شروع میں ظاہر کیا جائے یا بعد میں، دونوں صورتوں میں ترجمہ کے اندر کوئی فرق لازم نہیں آتا۔

یہ مخالفین کا عام اعتراض ہے، اور اِسے "کنزالایمان" کے خلاف لکھی جانے والی تقریباً ہر کتاب میں دہرایا گیا ہے۔

جواب: اِس سوال کا جواب حضرت علامہ قاری رضاءُالمصطفےٰ صاحب مدّظلّہ کراچی نے لکھا۔ فقیر کو خُوب لگا، علمی(علم پر مبنی) جواب ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضور سیّدُالمرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر جو سب سے پہلے وحی نازل ہوئی، اُس کے الفاظ: "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ"[22] میں معبودِ کائنات اپنے محبوبِ کامل(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب سے پہلا سبق دے رہا ہے۔ اور: (بِاسْمِ رَبِّكَ اِقْرَأْ) نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا: "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ"۔ اِس عبارت کا حاصل(نتیجہ) یہ ہے کہ اگر اسمِ جلالت(اللہ کے نام) کو مقدّم(ابتداء میں) کرنے میں کوئی خاص خوبی ہوتی تو ربّ کائنات "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ" نہ فرماتا، بلکہ "بِاسْمِ رَبِّكَ اِقْرَأْ" فرماتا۔ یعنی اسمِ جلالت کو پہلے لاتا۔ تو اِس سے یہ پتا چلا کہ اسمِ جلالت کو شروع میں لایا جائے یا بعد میں، بات برابر ہے(یعنی دونوں صورتیں درست اورروا ہیں)۔

اِس سلسلے میں اپنی طرف سے کوئی صفائی(وضاحت یا تاویل) نہیں پیش کرنی ہے، ہاں چند معتبر(قابلِ اعتماد) تفاسیر کے حوالے پیش کرنے کی جُرأت کروں گا، جس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ حقیقتاً ترجمہ کس طور(انداز) کا ہونا چاہیے۔

علامہ قاضی بیضاوی "تفسیرِ بیضاوی" میں رقم طراز(تحریر کرتے) ہیں:

"والباء متعلقة بمحذوف تقديره: وتقديم المعمول هاهنا أوقع كما في قوله: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْراها "[23]

---

[21] (یعنی قرآن کا جامع خلاصہ اردو زبان میں پیش کر دیا گیا۔)(نوری)

[22] (ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔)(نوری)

[23] (تفسير البيضاوي = أنوار التنزيل وأسرار التأويل، سورة الفاتحة:1، 1/ 25، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الأولى – ١٤١٨ هـ)

(تفسیرِ بیضاوی، صفحہ ۳ تا ۴)

بائے "بسم اللہ" ایک محذوف (چھپے ہوئے) فعل سے متعلق ہے، جس کی تقدیری (مفہومی طور پر سمجھی جانے والی) عبارت "بسم الله أَقرأُ" ہو گی، اور اس مقام پر معمول (جس پر فعل واقع ہوتا ہے) کو مقدم کرنا ہی زیادہ مستعمل (رائج) ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖيهَا" (ھود:۴۱)

"ويفيد التقديم في جميع ذلك -وراء التخصيص- اهتماما بشأن المقدم؛ ولهذا قدر المحذوف في قوله: {بِسْمِ اللّٰهِ} مؤخرا،

وأورد قوله تعالى: {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ} الخ [العلق:١] وأجيب بأن تقديم الفعل "[24] (تلخیصُ المفتاح، صفحہ ۲۵)

یعنی اور اُس شَیٔ (چیز) کی تقدیم (آگے لانا) جس کا حق مؤخر (پیچھے رکھنا) ہوتا ہے، تمام میں تخصیص (خاص کرنے) کے علاوہ مقدم (آگے آنے والے) کے اہتمام (اہمیت) کا فائدہ دیتا ہے۔ اِسی وجہ سے بسم اللہ میں عاملِ مقدر (چھپا ہوا فعل) کو مؤخر کیا جاتا ہے۔ (تاکہ اختصاص (خصوصی تعلق) اور اہتمام (اہمیت) کا فائدہ دے۔)

اِس آیت میں "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ" کو لے کر اعتراض کیا گیا کہ اگر تقدیم سے اہتمام (زیادہ اہمیت دینے) کا فائدہ حاصل ہوتا تو "بِاسْمِ رَبِّكَ اقْرَأْ" کہنا چاہیے تھا، یعنی فعل (پڑھنے کے عمل) کو مؤخر کرنا اور جار و مجرور (اسمِ ربک) کو مقدم لانا چاہیے تھا۔ تو جواب دیا گیا کہ اِس آیت میں قرأت (پڑھنا) اہم ہے، اِسی لیے اُس کو مقدم (پہلے) کیا گیا۔ اور بسم اللہ سے تبرک (برکت حاصل کرنا) مقصود ہے، اِس لیے یہاں عامل مقدر (محذوف فعل جس سے بسم اللہ متعلق ہے) کو مؤخر مانا گیا۔

صاحب "مختصر المعانی" نے "کشاف" کے حوالے سے لکھا ہے:

"حقیقتاً اللہ کا ذکر اہم ہے لیکن اِس خاص موقع پر قرأت (پڑھنا) ہی اہم ہے، اِس لئے کہ یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی اور قرآن مجید کی قرأت اِس تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ اِس سے پتہ چلا کہ اسمِ جلالت (اللہ کا نام) کا مقدم ہونا بطور اہتمامِ ذاتی (ذاتی اہمیت کی بنیاد پر آگے لانا) زائد (زیادہ) ہے، اور تقدیمِ قرأت (پڑھنے کو آگے لانا) بطور اہتمامِ عارضی (موقع کی مناسبت سے وقتی اہمیت دینا)۔"[25]

اور فن بلاغت کی رُو سے بوجہ اقتضائے مقام (مقام کی ضرورت کے مطابق) اہتمامِ عارضی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اِس لئے اِس آیت میں "اقْرَأْ" کو مقدم کیا گیا۔ "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ" میں اہتمامِ عارضی کو لے کر اہتمامِ ذاتی پر اعتراض کرنا، جو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" میں ہے، نِری جہالت (نادانی) ہے اور گھناؤنا تعصُّب (نفرت پر مبنی ضد)۔

"هداية النحو" کی شرح "دراية النحو" میں بھی ہے کہ فعلِ محذوف (چھپا ہوا فعل) کو آخر میں ظاہر کیا جائے گا نہ کہ شروع میں، جیسے "بِسْمِ اللّٰهِ أَرْتَحِلُ، بِسْمِ اللّٰهِ أُسَافِرُ" وغیرہ۔ اِس لیے کہ ہر شئے جس کا حق مؤخر (بعد میں) ہوتا ہے، اگر اُسے مقدم (پہلے) کر دیا جائے تو اختصاص (خاص توجہ) کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسے "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" اور "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ"، میں اسمِ جلالت کو مقدم نہیں کیا گیا، اِس لیے کہ یہاں قرأت (پڑھنے) کا حکم ہے جو تبلیغِ رسالت (پیغامِ رسالت کو پہنچانے) کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

---

[24] (بغية الإيضاح لتلخيص المفتاح في علوم البلاغة،الباب الرابع: القول في أحوال متعلقات الفعل حال الفعل مع المفعول والفاعل، 1/ 210، مكتبة الآداب، الطبعة: السابعة عشر: 1426 هـ-2005 م)

[25] (مختصر المعانی، ص86، دار الطباعة العامرة، 1860م)

مذکورہ حوالہ جات کی روشنی میں جب ہم امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا قدس سرہ کا ترجمہ دیکھتے ہیں تو اصولِ نحو (نحو کے قواعد) اور فنِ بلاغت (بلاغت کے اصول) کے عین مطابق نظر آتا ہے۔ لیجئے، اِس ترجمہ کو ایک مرتبہ پھر پڑھئے اور لذّت (روحانی لطف) حاصل کیجئے:

"اللہ کے نام سے شروع، جو نہایت مہربان رحم والا۔"

سوال: خان صاحب نے ترجمہ کیا "نہایت مہربان رحم والا"۔ "نہایت مہربان" تو "رحمن" کا ترجمہ ہے، جبکہ "رحم والا" رحیم کا ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ترجمہ "راحِم" کا ہے، کیونکہ "رحیم" کا لفظ متقاضی (تقاضا کرنے والا) تھا کہ اُس کے اندر کچھ نہ کچھ معنی کی زیادتی (مزید معنوی گہرائی) ہوتی، جو کہ دیگر مترجمین کے تراجم میں موجود ہے، مگر خان صاحب نے اس طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ ("مجرم کون" صفحہ ۳۴)

جواب: اردو سے تھوڑا سا بھی شَغف رکھنے والا انسان اِس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ جس طرح "نہایت" کا تعلق مہربان سے ہے، اِسی طرح "رحم والا" سے بھی ہے، گویا کہ اِس کی تقدیری (مقدر، انداز اًمراد لی گئی) عبارت یوں ہوگی: "نہایت مہربان، نہایت رحم والا"۔ اور حقیقتاً اِسی ترجمہ میں زیادہ خوبصورتی اور جامعیت (ہمہ گیری، مکمل مفہوم کو سمیٹنے والی خوبی) ہے، کہ عربی کا ایک مقولہ (مشہور قول) ہے:

"خَيْرُ الْكَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ" یعنی بہتر کلام وہی ہے جو مختصر ہو اور مدلل ہو یعنی مفہوم واضح کرے۔

مثلاً اردو میں کہا جاتا ہے: "بڑی خوشی و مسرّت کا موقع ہے"، "فلاں بڑے زبردست عالم فاضل ہیں"۔ اب اگر کوئی اتنی بھی اردو نہ جانے اور اعتراض کرنے چلے امام علم و فن کے ترجمہ قرآن پر، تو اُسے خود اپنی ہی عقل و بساطِ علم (علم کی قابلیت و فہم) پر ماتم کرنا چاہئے۔ اور جو حضرات محض مُعاندانہ (دشمنی پر مبنی) رَوِش اپنائے ہوئے، ایسے بھونڈے (کمزور و بے تکی) اعتراضات کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، اُن کو بھی ذرا تعصُّب کی عینک ہٹا کر حقیقت کو صاف و شفاف دن کے اُجالے میں دیکھ لینا چاہئے۔

تھانوی صاحب کے ترجمہ میں لفظ "ہیں" پر کلام ہوا کہ یہ لفظ "ہیں" کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ تو جواباً ایک چھوٹی سی مثال لکھ کر یوں سمجھاتے ہیں۔ مثال یہ ہے: "اللّٰهُ واحِدٌ" (اللہ ایک ہے) کیونکہ اللہ ایک ہے اُن کے قواعد کی رُو سے درست نہیں کہ "اللہ" کا ترجمہ "اللہ" اور "واحد" کا معنی "ایک"۔ یہ "ہے" کہاں سے بن بلایا مہمان بن گیا؟ موصوف اگر مبتدا (جس کے بارے میں خبر دی جائے) اور خبر (جو بات کہی جائے) کے رابطے کے وجود (جملے کو مکمل بنانے والے ربط) سے لاعلم ہیں تو ہمیں بڑی حیرت ہے۔ دوسری بات یہ کہ خان صاحب نے بھی ترجمہ میں جو "کا" لفظ استعمال فرمایا ہے، تو وہ اپنے ہی انداز میں سوال کی اجازت دیں کہ "جو" کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ ("مجرم کون"، صفحہ ۳۶)

بڑی حیرت کی بات ہے کہ کہاں "بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" میں نسبتِ ناقصہ (نامکمل نسبت) اور معترض کی پیش کردہ مثال "اللّٰهُ واحِدٌ" میں نسبتِ تام (مکمل نسبت) کو مثال میں پیش کرنا عجیب تر ہے۔ یہ صرف اردو خواں طبقہ کو دھوکا دینا ہے، اِحقاقِ حق (حق کو ثابت کرنا) مقصود نہیں۔ "اللّٰهُ واحِدٌ" میں ہم رابطہ (جملے کا ربط) کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن موصوف برائے کرم اِس کی بھی نشاندہی کریں کہ "بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" میں کون سا رابطہ ہے جس کی بنیاد پر "ہیں" کا ترجمہ کیا جارہا ہے؟

اب اِس کا بھی جواب سنتے چلیئے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ "جو" کا ترجمہ کہاں سے کیا۔ تو جناب ہی بتائیں کہ تھانوی صاحب نے "جو" کا ترجمہ کہاں سے کیا ہے؟ فَمَا هُوَ جَوَابُكَ هُوَ جَوَابُنَا (آپ کا جواب ہی ہمارا جواب ہے)۔ اور شاید یہ آپ کو نہیں معلوم کہ "الف لام" (ال) مُشتقات میں "الذی" (جو) کا معنی دیتا ہے، پھر اعتراض چہ معنی دارد (کیا معنی رکھتا ہے)؟ کیا یہ نِرا تعصب نہیں؟

مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی محمود الحسن دیوبندی، اِن دونوں حضرات نے "بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

☆ "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان رحم والے ہیں۔" (اشرف علی تھانوی)

☆ "شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔" (محمود حسن دیوبندی)

اِن دونوں ترجموں میں "ہیں" اور "ہے" مذکور ہے۔ جب کہ عربی کے ابتدائی درجے کا طالبِ علم بھی جانتا ہے کہ موصُوف اور صِفَت کے ترجے میں لفظ "ہیں" یا "ہے" ذکر کرنا غلط ہے، کیونکہ "ہیں" یا "ہے" "نِسبَتِ تامَّہ (مکمل تعلق) کا ترجمہ ہے۔ موصُوف وصفت میں نِسبَتِ تامَّہ نہیں ہوتی بلکہ ناقصہ (نامکمل تعلق) ہوتی ہے، اور یہ دونوں لفظ نِسبَتِ ناقصہ کا ترجمہ ہر گز نہیں ہوسکتے۔ اِس لیے یہ ترجمے اُسلوبِ قُرآنی (قرآن کے بیان کے انداز) اور قواعدِ عَرَبی کے بالکل خلاف ہیں۔

سوال: احیاءُ العُلومِ مبارک پور اعظم گڑھ یو۔پی۔ ہندُستان کے مُفتی جَمیل نَذیری دیوبندی نے لکھا:

(۱) "وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ" (سورہ بقرہ، پارہ ۲، آیت ۱۴۵، رکوع ۱)

ترجمہ: "اور اگر اِن کِتابیوں کے پاس ہَر نِشانِی لے کر آؤ وہ تمہارے قِبلَہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم اِن کے قِبلَہ کی پیروی کرو، وہ آپس میں بھی ایک دُوسرے کے قِبلَہ کے تابِع نہیں، اور (اے سُننے والے کسے باشد) اگر تو اِن کی خَواہِشوں پر چلا بَعد اِس کے کہ تجھے عِلم مل چکا، تو اس وقت تو ضرور ستمگر ہو گا۔" (کنزُ الإیمان)

مذکورہ ترجمہ پر مُعترض نے اظہارِ خیال کیا کہ اِس ترجمہ میں خان صاحب نے بریکٹ میں "اے سُننے والے کسے باشد" کا اضافہ کر کے اِس خِطاب (خطاب یعنی مخاطب ہونے والے الفاظ) کو ختم کر دیا جو مَاسَبَق سے چلا آرہا ہے، جب کہ تمام اردو و عربی مفسرین اِسی مَاسَبَق کے خطاب کی رعایت کرتے ہیں، آیت کا سِیاق وسَباق اِسی پر دلالت کر رہا ہے کہ پوری آیت میں خطاب حضور ﷺ سے ہے، تو اِسی آیت کے آخری ٹکڑے میں خطاب بدل کیسے جائے گا؟

واقعہ یہ ہے کہ بریلوی اعلیٰ حضرت نے اپنی روایتی فَریب کاری اور چالاکی کا مظاہرہ یہاں کیا، جو خطاب کسی بھی عربی اردو مفسر و مترجم کے خواب و خیال میں بھی نہیں آتا، خان صاحب نے پوری آیت سے آنکھ بند کر کے اپنے ہاتھ سے وہ خطاب لکھ مارا۔

جواب: پیشوایانِ دیوبند کی دو اہم معتبر شخصیات کے ترجمے پیش کیے جارہے ہیں، جس سے اندازہ ہو گا کہ "اے سُننے والے" "کسے" "باشد" یا اس قسم کے دوسرے جُملے کا اضافہ نہ کرنے کی وجہ سے ترجمہ کسی قدر عصمت سوز (یعنی ذراسی غلطی سے مفہوم متاثر ہو جانا) اور قُرآنی مفہوم کی ادائیگی سے بعید تر ہو گیا ہے۔

پیش ہے تھانوی صاحب کا ترجمہ: "اور اگر آپ (اُن) اہلِ کِتاب کے سامنے تمام (دُنیا بھر کی) دلیلیں پیش کر دیں، جب بھی یہ (کبھی) آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں، اور آپ بھی اُن کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے (پھر موافقت کی کیا صورت)، اور اُن کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا، اور اگر آپ اُن کے (اُن) نَفسانی خِیالات (دل کی خواہشات) کو اختیار کر لیں، (اور وہ بھی) آپ کے پاس عِلم (وَحی) آئے، پیچھے، تو یقیناً آپ (نَعُوذُ بِاللہ) ظَالِموں میں شمار ہونے لگیں۔" (تھانوی)

اور اُن کے شیخ الہند یہ ترجمہ کرتے ہیں:

"اور اگر تُو لائے اہلِ کتاب کے پاس ساری نِشانیاں، تو بھی نہ مانیں گے تیرے قبلہ کو، اور نہ تُو مانے ان کا قبلہ، اور نہ اُن میں سے کوئی مانتا ہے دوسرے کا قبلہ، اور اگر تُو چلا اُن کی خواہشوں پر، بَعد اُس علم کے جو تجھے پہنچا، تو بے شک تُو بھی ہوا بے انصافیوں میں۔" (محمود الحسن دیوبندی)

مذکورہ بالا دونوں ترجموں میں تنقیصِ رسالت (یعنی نبی ﷺ کی شان میں کمی یا کمزوری) ظاہر ہوتی ہے، جب کہ قرآنِ مقدس کی کسی بھی آیت میں تنقیصِ رسالت کا شائبہ تک نہیں ہوتا، قرآنِ مجید مکمل طور پر سرورِ دوعالم ﷺ کی نعت و توصیف ہے۔ رسولِ کریم ﷺ کی مرضی اور خواہش پر بیت المقدس کے بجائے کعبہ معظمہ کو قبلہ بنایا گیا، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اُس قبلہ سے انحراف کریں، جبکہ کعبہ کا قبلہ بنایا جانا ہی آپ کو پسند تھا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں اِس آیت سے پہلے ارشاد ہوتا ہے:

"قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ" (سورہ بقرہ: ۱۴۴، پارہ ۲، رکوع ۱)

ترجمہ: "ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارے منہ کو آسمان کی طرف مُڑنا (منہ موڑنا)، تو ہم تمہیں اُس قبلہ کی طرف پلٹائیں گے جو تمہیں خوشی دے۔ لہٰذا اپنا منہ مسجدِ حرام کی طرف کر لو، اور جہاں بھی ہو اپنے چہرے اُسی کی طرف موڑ لو۔"

تقریبِ فہم کے لیے تحویلِ قبلہ (رخ بدلنے کا پس منظر) پیش خدمت ہے۔

سرکار دوجہاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں قیام فرمارہے تھے کعبۃ اللہ کی طرف[26] منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیت المقدس (یروشلم) کی طرف رُخ (چہرہ) کر کے نماز پڑھنے لگے۔ یہ سلسلہ تقریباً سولہ سترہ ماہ جاری رہا۔ رسولِ کریم ﷺ کے اِس عمل سے مدینہ کے یہودی بہت خوش تھے اور کہتے تھے کہ اگرچہ محمد ﷺ نے ہمارا دین قبول نہیں کیا، مگر ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ بعض یہ کہتے تھے کہ ہمارا قبلہ بیت المقدس ہی اصل قبلہ ہے اِس لیے محمد (ﷺ) اور اُن کے رُفقاء نے اپنا قبلہ چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنا شروع کر دی ہیں۔ اُن کی یہ بکواس (جھوٹ / فضول باتیں) اللہ عزوجل کے رسول ﷺ پر بہت گراں گزری اور صحابہ نے بھی اُسے ناپسند کیا۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کی مرضی کے مطابق کعبہ شریف کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دے دیا۔ اُس کے بعد سرکارِ مدینہ نے بیت المقدس کے بجائے کعبہ شریف کی طرف چہرہ (رخ) کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی اور صحابہ کرام نے بھی آپ کی پیروی کی۔ تو منافقوں اور یہودیوں کو بڑا قلق (تکلیف / غم) ہوا اور اِدھر اُدھر کی لایعنی (فضول / بیکار) باتیں کرنے لگے۔ تو رب کریم نے ارشاد فرمایا: اے محبوب!

---

[26] (جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے مقدس ہاتھوں سے تعمیر کیا) (اویسی غفرلہ)

آپ اُن بیو قوفوں کی باتوں پر نہ جائیں۔ اُن عقل کے اندھوں (نادانوں) سے فرمادیں کہ اللہ ہی کا مشرق و مغرب ہے، اُس کے حکم سے کعبہ کو قبلہ بنایا گیا، تمہیں اعتراض کا کیا حق؟

ذیل میں علماءِ اعلام (بزرگ دینی علما) اور معتبر (قابلِ اعتماد) مفسرین کی تحریرات پیش کی جارہی ہیں۔ اُن حوالہ جات سے واضح ہو جائے گا کہ کون سا ترجمہ تفاسیر (قرآن کی تشریحات) کی روشنی میں ہے اور مفسرین کے نزدیک معتبر کیا ہے۔

امام فخرُالدین رازی رحمۃُ اللہ علیہ "وَلَئِنِ ٱتَّبَعۡتَ أَهۡوَآءَهُم" تا "إِنَّكَ إِذاً لَّمِنَ الظَّالِمِينَ" (البقرۃ:۱۴۵) کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

"إِنَّ ظَاهِرَ الْخِطَابِ وَإِنْ كَانَ مَعَ الرَّسُولِ إِلَّا أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ غَيْرُهُ"[27]

ترجمہ: ظاہر (ظاہری طور پر) خطاب اگرچہ رسول ﷺ سے ہے، لیکن اِس سے مراد (مقصود) رسول ﷺ کے علاوہ یعنی اُمّتی (پیروکار) ہیں۔

صاحب "تفسیر خازن" فرماتے ہیں:

"هَذَا خِطَابٌ لِّلنَّبِيِّ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَٱلْمُرَادُ بِهِ ٱلْأُمَّةُ لِأَنَّهُ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَّبِعُ أَهْوَآءَهُمْ أَبَدًا"[28]

ترجمہ: یہ خطاب نبی ﷺ سے ہے اور مراد (مقصود) امت (نبی کے ماننے والے) ہیں، کیونکہ نبی ﷺ اُن (یہودیوں اور منافقوں) کی کبھی پیروی نہیں کر سکتے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "فَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى إِرَادَةِ أُمَّتِهِ الخ، وَخُوطِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْظِيمًا"[29]

ترجمہ: اِس خطاب سے مراد اُن کی اُمّت (پیروکار) ہے، نبی ﷺ سے خطاب تعظیم امر (حکم کی عظمت) کے طور پر ہے۔

قاضی ثناءاللہ عثمانی صاحب "تفسیر مظہری" میں تحریر فرماتے ہیں:

"والمقصود من الاية نهى الامة وتهديدهم عن اتباع الأهواء على خلاف العلم الذي جاء من الله تعالى بأبلغ الوجوه"[30]

ترجمہ: آیت کا مقصود (اصل مطلب) امت کو خواہشات کی پیروی سے روکنا اور تھدید (سخت تنبیہ) کرنا ہے، اُس علم کے خلاف جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بَاَبلَغِ الوُجوہ (سب سے مؤثر انداز) میں آیا۔

اِس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسر امام اِبنِ کثیر رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا کہ اِس آیت میں نبی ﷺ کو مخاطب کرکے در حقیقت علماء کو ڈرایا گیا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد کسی کی پیروی کرنا، خواہ وہ اپنی خواہش ہو یا کسی اور کی، یہ صریح (واضح) ظلم ہے۔[31]

علامہ عبدُاللہ بن احمد محمود النسفی "تفسیر مدارک التنزیل" میں اِس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"في الظاهر للنبي عليه السلام والمراد أمته"[32]

---

[27] (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، تتمة سورة البقرة:146 إلى 147، 210/1، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة 1420هـ)

[28] (تفسير الخازن لباب التأويل في معاني التنزيل، تتمة سورة البقرة:145، 90/1، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1415هـ)

[29] (تفسير القرطبي = الجامع لأحكام القرآن، تفسير سورة البقرة:145، 162/2، دار الكتب المصرية – القاهرة، الطبعة: الثانية، 1384 هـ 1964 م)

[30] (التفسير المظهري، تفسير سورة البقرة:145، 145/1، مكتبة الرشدية – الباكستان، الطبعة: 1412 هـ)

[31] (تفسير ابن كثير، تفسير سورة البقرة:145، 332/1، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1419 هـ 1998 م)

[32] (تفسير النسفي = مدارك التنزيل وحقائق التأويل، تفسير سورة البقرة:145، 141/1، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤١٩ هـ ١٩٩٨ م)

ترجمہ: ظاہر (ظاہری طور پر) خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے، لیکن مراد (مقصود) اُن کی اُمّت ہے۔

مُعترض موصوف (اعتراض کرنے والے صاحب) یہ نہیں سمجھ سکے کہ امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز پر اعتراض کرنا در حقیقت مستند (قابلِ اعتماد) علماءِ کرام اور مفسرین عظام پر اعتراض کرنا ہے۔ اُن کے ترجمے پر کیچڑ اُچھالنا (الزام لگانا) حقیقت میں معتبر (قابلِ اعتبار) مفسرین کی تفسیروں کو غیر معتبر (نا قابلِ قبول) ماننا ہے، اِس لیے کہ امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز نے اِنہی حضرات کی تفاسیر کی روشنی میں ترجمہ کیا ہے، جیسا کہ حوالہ جات (دلائل) سے ظاہر ہے۔ اگر آپ، اے سننے والے!" کسے باشد" کا اضافہ نہ کرتے تو ترجمہ شانِ رسالت (نبی ﷺ کے مقام) کے مُنافی ہوتا، اور قرآنِ مجید کے اندر معنوی تحریف (مفہوم میں تبدیلی) ہو جاتی۔

معترض کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ قرآنِ کریم میں بہت سی آیتیں ایسی ہیں جن میں شروع میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہوتا ہے اور آخر میں اُمّتیوں (پیروکاروں) سے۔ اگر موصوف قرآنِ کریم کی تلاوت کریں اور "تفسیرِ جلالین" اور "تفسیرِ مدارک" ہی کو کم از کم سامنے رکھیں، جن میں اِس کی صراحت (واضح وضاحت) ہوتی ہے، تو اِس قسم کی لایعنی (بے مطلب) باتیں نہ کریں۔

ذیل میں قرآنِ کریم کی ایک دوسری آیت پیش کی جا رہی ہے، جس میں مخاطب پہلے نبی کریم ﷺ ہیں، پھر درمیانِ آیت سے خطاب بدل کر اُمّتیوں سے ہو گیا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ تھانوی صاحب کا ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے، جس میں اس خطاب کی رعایت (لحاظ) موجود ہے:

"وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَاسِرِينَ" (پارہ ۲۴، سورۃ الزمر، آیت ۶۵)

ترجمہ: اور آپ کی طرف بھی اور جو پیغمبر آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن کی طرف بھی یہ (بات) وحی میں بھیجی جا چکی ہے کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا کام (سب) غارت (ضائع) ہو جائے گا اور خسارے (نقصان) میں پڑے گا (تو اے مخاطب! کبھی شرک مت کرنا)۔ (اشرف علی تھانوی)

"لَقَدْ أُوحِيَ" سے "مِن قَبْلِكَ" تک خطاب نبی آخر الزمان ﷺ سے ہے، اور "لَئِنْ أَشْرَكْتَ" سے "مِنَ الْخَاسِرِينَ" تک رسول ﷺ کی اُمّت سے ہے، اور تھانوی صاحب کے ترجمہ میں بھی اِس کی رعایت (لحاظ) ملحوظ ہے۔ اب جنابِ معترض تھانوی صاحب سے پوچھیں کہ حضور! یہاں خطاب تو صرف رسول ﷺ سے ہے، یہ درمیانِ آیت میں خطاب بدل کیسے گیا؟ صحیح ہے، جب تعصب (جانبداری) کی پٹی آنکھوں پر باندھ لی جاتی ہے تو یہی ہوتا ہے کہ سامنے کی چیز بھی نظر نہیں آتی، اور صرف یہی نہیں، مفہوم (معنی) میں بھی کیڑے (عیب) نظر آنے لگتے ہیں۔

اب مُعترِض صاحب ہی کی زبان میں یہ کہنا رَوا ہو گا کہ دیوبندی "حکیمُ الاُمّت" نے اپنی روایتی فریب کاری (چالاکی) اور چالبازی (چالاک انداز) کا ہاتھ یہاں دکھا دیا، جو خطاب کسی بھی عربی، اُردو مُفسّر (تفسیر کرنے والا) و مُترجِم (ترجمہ کرنے والا) کے خواب و خیال میں نہیں، حکیم صاحب نے پوری آیت سے آنکھ بند کر کے اپنے ہاتھ سے وہ خطاب لکھ مارا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ تھانوی صاحب نے ترجمہ غلط کیا ہے۔ یہاں ہمیں صرف اتنی سی بات پیش کرنی ہے کہ جب امام احمد رضا رحمۃُ اللہِ علیہ کے ترجمہ "اے سننے والے کسے باشد" سے فساد پیدا ہوتا ہے اور خطاب کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے، تو تھانوی صاحب کے ترجمہ میں "اے عام مخاطب" سے قرآن کے معانی میں کیوں نہیں فساد لازم آتا؟ اِس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ مُعترِض کی دوُرخی پالیسی (دوہرا معیار) اور ہزار تعصّب (شدید جانبداری) ہے۔

سوال: "لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ" **ترجمہ:** تم کچھ اُن پر کَرُوڑا نہیں۔ (پارہ ۳۰، سورۃ الغاشیۃ: ۲۲، "کنز الایمان") اپنے اعلیٰ حضرت علیہُ الرحمۃ کی اُردو دانی (اُردو پر مہارت) کا گلا پھاڑ پھاڑ کر اعلان کرنے والے رضاخانی علماء بتائیں کہ آخر یہ کَرُوڑا کون سی اُردو ہے؟

جواب: جب امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز نے اپنا ترجمہ "کنز الایمان فی ترجمۃِ القرآن" پیش کیا، تو اُس وقت بریلی اور قُرب وجوار کے علاقوں پر روہیل کھنڈ کی ٹکسالی زبان (خالص، شستہ زبان) کا تسلط تھا۔ گویا وہاں کے باشندے خود اہلِ زبان تھے اور اہلِ زبان کے پوری طرح پیرو (پیروی کرنے والے) ہوتے ہیں، بلکہ اپنی زبان کی اِقتداء (اتباع) کرنا واجب تصوّر کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ نے قرآنِ مجید کا ترجمہ روہیل کھنڈ کی ٹکسالی زبان میں کیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں لفظ "مُصَیْطِر" کا ترجمہ کَرُوڑا کیا گیا ہے اور تمام عربی مفسرین نے "مُصَیْطِر" کی تفسیر "مُسَلّط (تسلط رکھنے والا)" کی ہے، جیسا کہ تفسیر خازن، تفسیر مدارک، تفسیر حسینی، اور تفسیر اِبنِ عباس میں ہے۔ اب "مُصَیْطِر" اور "مُسَلَّط" کے متعلق اہلِ لغات (ماہرینِ لغت) کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں:

"مُصَیْطِر": جم کر کھڑا ہو جانے والا، مُسلّط (غلبہ رکھنے والا)، داروغہ (نگرانی کرنے والا)

مُسلّط: (ضم میم وفتح سین وتشدید لام مکسور) برگمارنده کسی راه بر کسی مجازاً بمعنی غالب زور آور (بفتح لام) شخصے که اورا بر کسی گماشته باشند، مجازاً بمعنی مغلوب.[33]

مُسَلَّط: غالب، فاتح، کسی کو کسی پر مقرر کرنے والا۔ ("فرہنگِ عامرہ" ص ۴۸۰، از محمد عبداللہ خاں خویشگی، مکتبہ اشاعت اردو دہلی)

اب "کَرُوڑا" سے متعلق بھی اہلِ لُغات کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

کَرُوڑا (بفتح اوّل): کسی شخص کا کسی عامل (عمل دار) وغیرہ پر تعینات ہونا (مقرر ہونا) اور اُس کے کام کا نگراں رہنا۔ "مُصَیْطِر" اور "مُسَلَّط" عربی۔

کَرُوڑا: حاکمِ اعلیٰ، وہ حاکم جو اور افسروں پر افسر ہو، افسروں کا افسر، حاکموں کا حاکم۔

کَرُوڑا: وہ شخص جو عاملوں اور مُحَصِّلوں (وصول کنندگان) پر خیانت کی نگرانی کے واسطے کوئی حاکم مقرر کرے۔ افسروں کا افسر، حاکموں کا حاکم، بڑا عہدہ دار جس کے ماتحت اور عہدے دار بھی ہوں۔

کَرُوڑوں کیوں نہ بیٹھیں بلک دل میں رنج کے تھانے کہ درعشق ہے یاں سائر و دائر، کَرُوڑا سا (جرات)

(فرہنگ آصفیہ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۹۳)

اختصار مدّنظر ہے: جی تو چاہتا ہے کہ ترجمۂ قرآن، یعنی "کنز الایمان" پر ہونے والے ہر اعتراض کا مُفصّل جواب دوں، مگر چونکہ اختصار مطلوب ہے، اِس لیے یہاں صرف دو مشہور آیتوں پر ہونے والے اعتراضات کے مختصر جوابات پیش کیے جا رہے ہیں۔

آیت نمبر ۱: "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" (پارہ ۳۰، رکوع ۱۸، الضحیٰ: ۷)

آیت نمبر ۲: "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" (الفتح: ۲)

تراجم آیت نمبر ۱: "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" (پارہ ۳۰، رکوع ۱۸، الضحیٰ: ۷)

(۱) "اور تمہیں ناواقف راہ (دین سے بے خبر) پایا اور پھر ہدایت بخشی۔" (مودودی)

(۲) "اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سُجھائی۔" (محمود الحسن)

---

[33] مُسَلَّط: ایسا شخص یا طاقت جو کسی پر زبردستی مسلط (مقرر یا غالب) کی گئی ہو، تاکہ اس پر قابو پائے یا اسے دبا دے۔ (نوری)

(۳) "پہلے آپ دینِ حق سے بے خبر تھے۔" (حاشیہ مطبوعہ غلام علی)

(۴) "اور تمہیں گم کردہ راہ (بھٹکی حالت) پایا، تو تمہیں ہدایت کی۔" (مرزا حیرت۔غیر مقلد)

(۵) "اور اُس نے تجھ کو بھولا بھٹکا پایا، پھر راہ پر لگایا۔" (وحید الزمان۔غیر مقلد)

صرف نَمُونے (مثال) کے طور پر چند تَراجِم (ترجے) لکھے گئے، باقی تراجم بھی اُن سے مُختَلِف (جُداگانہ / الگ) نہیں۔ ان تراجم سے ہٹ کر امام اَحمد رضا فاضل بریلوی نے لکھا کہ "تمہیں اپنی مَحبَّت میں خود رَفتہ (محویتِ شَوق میں ڈوباہوا) پایا تو اپنی طرف راہ دی"۔ (کنز الایمان)

ظاہر ہے سابق تراجم، حُضُورِ سَرْوَرِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان (عظمت و مرتبہ) میں گُستاخی (بے اَدَبی) ہے، اور امام احمد رضا کا ترجمہ اَدَب ہی اَدَب (کمالِ احترام) ہے۔ چاہئے تو تھا کہ پُر اَدَب ترجمہ کی تَحْسِین (تعریف) کی جاتی، لیکن اِس کے بَرعَکس (اُلٹ) گُستاخانِ نُبُوَّت (نبوت کی بے ادبی کرنے والوں) نے "کنز الایمان" پر کیچڑ اُچھالا (الزام تراشی کی)۔

ان میں سے ایک گُستاخ (بے ادب شخص) کی تحریر مُلاحَظہ ہو۔ ایک گستاخ نے اخبار میں مَضْمُونِ ذَیل (درج ذیل تحریر) شائع کرایا کہ

(۱) عَقِیدہ عِصمَتِ اَنْبِیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے سِلسِلہ میں ایک بَحث چل رہی ہے کہ قرآنی لفظ "ضَلَال" (گم گَشتگی) اور لفظ "ذَنْب" (ظاہری گناہ) کا ترجمہ کس مُتَرْجِم (ترجمہ کرنے والے) کا صحیح ہے؟ ایک مُفَسِّر (قرآن کی تفسیر کرنے والے) نے دوسَو سالہ تراجم کو ایک طرف رکھ کر اپنا جَدید (نیا وعصری) ترجمہ لکھتے ہوئے "ضَآلًّا" کا ترجمہ لکھا:

"اور تمہیں مَحبَّت میں خود رَفتہ (محویتِ شوق میں ڈوباہوا) پایا تو اپنی طرف راہ دی"۔ (ترجمہ: مولانا احمد رضا خان بریلوی)

ایک فاضِل مَضْمُون نِگار (عالم و مقالہ نویس) نے "ضَآلًّا" کے ترجمہ "اپنی محبت میں خود رفتہ پایا" کو صَحِیح قَرار (درست و قابلِ قبول) دینے کے ساتھ ساتھ دوسرے تراجم، جو دو دو سال پُرانے اور سَو سَو سال قَدِیمی ہیں، پر تَنقِیدی نَشْتَر چلائے (سخت اعتراضات کیے) ہیں۔

(۲) ترجمۂ قرآنِ مجید کرتے ہوئے دیانت داری (ایمان داری) یہ ہونی چاہیے کہ اُس میں لَفْظی ترجمہ (بعینہٖ ترجمہ) ایسا ہو کہ اُس ترجمہ کی جب دوبارہ عَرَبی بنائی جائے (ترجمہ کو عربی میں پلٹایا جائے) تو اُس میں کسی لفظ کی کَمی بَیشی (رَدّوبدل) نہ ہو۔ لیکن مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ ترجمہ نہیں کیا بلکہ تَفْسِیر بِالرَّائے (اپنی رائے سے کی گئی تشریح) کی ہے، اور لفظ "ترجمہ" کا دے دیا، جو کہ فاضِل مَضْمُون نِگار (علمی و ادبی مقالہ نگار) ترجمہ سمجھتے ہوئے اس کے خلاف ترجموں کو دل سوز (دُکھی کُن) قرار دے رہے ہیں۔ شاید ایسے ہی موقع پر کسی نے کہا تھا: "خُود بَدَلتے نہیں، قُرآن کو بَدَل دیتے ہیں!"

(۳) جُمْہُورِ اَہْلِ سُنَّت (زیادہ تر اہل سنت) کے نزدیک قرآنِ مجید کے کسی لفظ کی تَفْسِیر بِالرَّائے (اپنی رائے سے تفسیر کرنا) جائز نہیں، لیکن یہاں تفسیر و ترجمہ ایسا کیا گیا ہے کہ جب اُس کی عَرَبی بنائی جائے (ترجمہ کو عربی میں پلٹایا جائے) تو عربی الفاظ کُچھ کے کُچھ (بالکل مختلف) بن جائیں گے۔

(۴) اِمامُ المَعصُومِین (تمام معصوموں کے پیشوا) کے لیے لفظ "ذَنْب" (گُناہ) اور "ضَلَال" (بھٹکنا یا راہ سے ہٹنا) کے استعمال کا جواب، حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے متعلق جو فرمایا ہے: "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" (الضحیٰ:۷) اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سُجھائی۔ (ترجمہ: شاہ عبد القادر دہلوی)

یہ ترجمہ دوسَو سال پُرانا ہے۔ اِس کی تَفْسِیر (تشریح) میں شاہ عبد القادر صاحب نے ہی لکھا ہے: جب حضرت جَوان ہوئے، قَوم کی راہ و رَسم (رَواج اور طور طریقے) سے بیزار تھے، اور اپنے پاس کوئی رَسم و راہ نہ تھی، اللہ نے دینِ حق نازل کیا۔ (موضح القرآن)

(۵) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شَریعت سے) بے خَبَر پایا، سو آپ کو شَریعت کا راستہ بتا دیا۔ (ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانوی)

یہ ترجمہ بھی سَو سال پہلے کا ہے۔ مذکورہ دونوں بُزُرگوں نے لفظی ترجمہ (اصل الفاظ کے قریب ترین ترجمہ) کیا اور خُود ساختہ جِدّت (اپنی طرف سے کوئی نیا انداز) پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔

(٦) لفظ "ضَلال" کے معنیٰ ظُلم (زیادتی)، ضَلالَت (گُمراہی) اور "ذَنب" عَرَبی زبان میں مُشتَرَک اَلفاظ[34] ہیں۔ جن کے مُختَلِف مَعانی (الگ الگ مطلب) آتے ہیں۔ عَرَبی زبان میں لفظ "ضَلال" (ضَلَّ یَضِلُّ) مُختَلِف مَعنیٰ میں اِستِعمال ہوتا ہے۔ زیرِ بحث آیت یعنی "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا" میں "ضَالّ" کا وہ معنیٰ لیا جائے جو لَفظی بھی ہو اور تَرجَمَہ بِالرَّاۡی (ذاتی رائے سے تشریح) بھی نہ ہو، اِس لئے "ضَالّ" کا معنیٰ سورۃ الضُّحیٰ میں "ناواقِف" (آگاہ نہ ہونا) اور "بے خَبَر" (علم نہ ہونا) بھی صحیح ہیں۔ حُضُور پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وحی آنے سے پہلے شَریعَت کی تَفصیلات سے واقِف نہ تھے۔ بعض واقعات پیش آنے سے پہلے بے خَبَر تھے، مثلاً واقعۂ اِفک (حضرت عائشہؓ پر لگنے والا جھوٹا الزام) کی حقیقت، اور اِس نوعیت کے دیگر واقعات کہ حُضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وحی کے انتِظار میں بے تاب رہا کرتے تھے اور وحی سے خَبَر پا کر اُن واقعات کی حقیقت کو جانتے تھے، اور اصل راستے سے واقف ہو جاتے تھے۔ پھر وحی کے مُطابِق صِراطِ مُستَقیم (سیدھی راہ) اُمّت کو بتاتے تھے۔

(۷) قُرآن کا تَرجَمَہ عَینِ اَلفاظِ قُرآن کے مُطابِق کرنا ہوتا ہے۔ اگر ہر مُفَسِّر (تشریح کرنے والا) اپنی پسند کا تَرجَمَہ شروع کر دے، تو پھر متنِ قُرآن کے تَرجَمَہ کی جب اُسی عِبارَت کا عَرَبی میں تَرجَمَہ کیا جائے گا، تو کیا سے کیا متن بن جائے گا۔ اور یہی تَفسیر بِالرَّاۡی (ذاتی رائے سے تفسیر) ہوتی ہے جو کہ گُناہ ہے۔ یعنی اللّٰہ کے کلام کا غلط تَرجَمَہ کرنا خود جُرم ہے۔ اس لئے سابقہ دو دو سو سال اور ایک ایک سو سال کے مُتَرجِمین ڈرتے تھے کہ اللّٰہ کے کلام کا تَرجَمَہ ہم سے اُلٹ نہ ہو جائے۔ آج خَوفِ خُدا تو رہا نہیں۔ کبھی اپنے مَسلَک کے خِلاف جو آیت نظر آئی اُس کا مرضی کے مُطابِق تَرجَمَہ کر دیا۔

(۸) یہ بات صحیح نہیں ہے کہ جُمہور اہلِ سُنَّت اَنبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے عَمَداً صُدُور صَغائِر (جان بوجھ کر صغیرہ گناہوں کے صدور) کے قائل ہیں، بلکہ مُحَقِّقین جُمہور اہلِ سُنَّت کا مَسلَک یہ ہے کہ اَنبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام عَمَداً صُدُور صَغائِر سے بھی مِثلِ کَبائِر (جیسے کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں) کے مَعصُوم ہیں۔

آیت "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ" کی تَفسیر میں مُفَسِّرین کے مُتَعَدِّد اَقوال (کئی اقوال) ہیں:

(۱) اُس نے آپ کو شَریعَت سے خالی (یعنی شریعت کے احکام سے بے خبر) پایا، تو اُسے آپ پر کِتاب اُتارنے کے سبب سے آپ کو راہ دی۔

(۲) ضَلال سے مُراد غَفلَت (لاپرواہی، بے خبری) ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ" (یوسف: ۳)[35] اور یہ پہلے قول کے قریب ہے، یعنی آپ کو شَریعَت سے غافِل (یعنی شریعت کے علم سے خالی) پایا، تو اس کے اُتارنے کے سبب سے آپ کو راہ دی۔

(۳) "أَيْ فِي قَوْمٍ ضلالٍ فَهَدَاهُمُ اللهُ تَعَالَىٰ بِكَ" یعنی اور اُس نے آپ کو گُمراہی والی قوم میں پایا، تو اُس قوم کو آپ کے سبب سے ہدایت بخشی۔

(۴) "وَوَجَدَكَ ضَالًّا عَنِ الْهِجْرَةِ فَهَدَاكَ إِلَيْهَا" یعنی اور اُس نے آپ کو ہِجرَت سے ناآشنا پایا، تو آپ کو اُس کی طرف راہ دی۔

(۵) "وَوَجَدَكَ ضَالًّا أَيْ نَاسِيًا أَيْ شَأْنَ الِاسْتِثْنَاءِ حِينَ سُئِلَ عَنْ أَصْحَابِ الْكَهْفِ وَذِي الْقَرْنَيْنِ وَالرُّوحِ فَذَكَّرَكَ"

---

[34] (یعنی ایک جیسے الفاظ جو مختلف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔) (نوری)

[35] (یعنی اور بے شک آپ اس سے پہلے ضرور بے خبر لوگوں میں سے تھے۔) (نوری)

یعنی اور اُس نے آپ کو "ان شاء اللہ" کہنے سے بھُولنے والا پایا، جب آپ سے اصحابِ کہف (غار والے نوجوان)، ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوالات کیے گئے، تو اُس نے آپ کو یاد دلایا۔

(۶) وَجَدَكَ طَالِبًا لِلْقِبْلَةِ فَهَدَاكَ إِلَيْهَا یعنی اور اس نے آپ کو قِبلہ کی تبدیلی چاہنے والا (طلب گار) پایا تو اس کی طرف راہ دی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف ہم نے پھرنا (گھمانا) دیکھا، آخر آیت تک۔ پس اِس صورت میں ضَلال طَلَب (چاہت) اور حُب (محبت) کے معنی میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّكَ لَفِي ضَلالِكَ الْقَدِيمِ اَى مَحَبَّتِكَ " یعنی بے شک آپ قدیم محبت میں ہیں۔

(۷) جب حَلیمَہ سَعدِیَہ آپ کو حضرت عبد المطلب پر لوٹانے کے لئے آپ کو مکہ میں لائیں تو آپ گُم ہو گئے تھے، پھر مِل گئے، تو اِس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بطورِ اِمتِنان (بطورِ احسان) اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔

(۸) آپ کے گُم ہو جانے کا واقعہ ابو طالب کے ساتھ پیش آیا تھا جب کہ وہ آپ کو لے کر تجارَت (کاروبار) کے لئے مُلکِ شَام کی طرف گئے تھے، تو اس واقعہ کی طرف اِس آیت میں ارشاد ہے۔[36] (الصاوی علی الجلالین، جلد ۴، ص ۲۷۸ تا ۲۷۹)

صاحبِ رُوحُ البَیان امام اِسْمَاعِیل حَقّی حَنَفِی رَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیْہِ نے مذکورہ بالا کے علاوہ چند دیگر اَقوال (بیانات) لکھے ہیں۔ وہ بھی قابلِ مُطالعَہ (مطالعہ کے لائق) ہیں۔

(۱) فُقْدَانُ الشَّرَائِعِ (شریعتوں کا نہ ہونا)، یعنی آپ کا وہ زمانہ اُن اَحْکَام سے خالی تھا کہ اُن کی طرف عُقُول (عقلوں) سے راہ نہیں ملتی جب تک کسی سے سُنا نہ جائے۔ جیسے فرمایا: " مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ "، یعنی اَحْکَام و شَرَائِع (شریعتوں) پر تم نے راہ نہ پایا تھا۔

(۲) غَیْبُوبَۃ (غائب ہونا) مذکورہ بالا معنی کی طرف لوٹتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے: "ضَلَّ" بمعنی غائب ہوا، جیسے:

"شَرِبْتُ الاتمَ حَتَّى ضَلَّ عَقْلِي " یعنی میں نے شراب پی یہاں تک کہ میری عقل غائب ہو گئی۔

(۳) امام رَاغِب رحمۃُ اللہِ علیہ نے فرمایا کہ " ضَلَال " سے مراد ہے رَاہ (راستے) سے ہٹ جانا، عَمْدًا (جان بوجھ کر) یا سَہْوًا (بھول کر)، تھوڑا یا زیادہ۔ اِس لئے اس کی نسبت اَنْبِیَاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی طرف بھی ہوتی ہے اور کُفّار (منکرین) کی طرف بھی، اگرچہ ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى " یعنی اُس راستہ پر نہ تھے جو نُبُوَّت کا راستہ آپ کے لئے مقرر ہو چکا تھا۔

اور نبی موسیٰ علیہ السلام نے کہا: " فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ " یعنی میں نے اسے کیا، اُس وقت میں ہوں ضَالّین (راہ سے ہٹے ہوئے لوگوں) میں سے۔

اور یَعْقُوب عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے بیٹوں نے کہا: "إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ " یعنی بے شک ہمارا باپ ضَلَالٍ مُبِینٍ (واضح بھٹکاؤ) میں ہے۔

اِس میں تَنْبِیْہ (توجہ دلانا) ہے اس بارے میں کہ اُن سے سَہْوًا (بھول کر) ہوا۔

---

[36] (حاشية الصاوي على تفسير الجلالين، الضحى: 7، 4/ 384، دار الكتب العلمية۔ بيروت، 2018م)

(۴) آپ کو ضَالِّین (گمراہوں) کے درمیان پاکر آپ کے طُفَیل (وسیلے) انہیں ہدایَت (راہِ راست) بخشی۔ اِس معنی پر ضَالّ (گمراہ) ہر قوم کی صفت ہو گی (نہ کہ رسول اللہ عزَّوَجلَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی)، جیسے عام تَرَاجِم (مترجمین) نے غلطی کھائی لَفظی ترجمہ میں۔ کہا جاتا ہے: " رَجُلٌ ضَعِيفٌ إِذَا ضَعُفَ قَوْمُهُ" یعنی اُس کی قوم ضَعِیف (کمزور) ہے۔ (الاسئلة المقحمة)

(۵) "تَأْوِيلَات نَجْمِيَّة" میں ہے کہ آپ اُلوہیت (خدائی صفات کی معرفت) کے صَحرَاء (میدانِ حیرت) میں مُتَحَیِّر (حیران) تھے، پھر ہم نے آپ کو سُکرِ مَحْو (عشق و بے خودی کے نشے) کے بعد کَمَالِ مَعْرِفَت (معرفت کی تکمیل) کی طرف راہ دکھائی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ضَلَال (گمراہی) بمعنی حَیرت (حیرانی) ہے، جیسے اِس آیت میں ہے: "إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ" یعنی اے یعقوب علیہ السلام! آپ قَدِیم (پرانے) عِشْق (محبت) میں ہیں۔

(۶) حضرت ابنِ عَبَّاس رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بچپن میں مَکَّہ کی گھاٹیوں میں غَائِب (لاپتہ) ہو گئے۔ حضرت عَبْدُ الْمُطَّلِب نے آپ کی بہت تلاش کی، نہ ملنے پر کَعْبَہ مُعَظَّمَہ کے پَردوں کو پکڑ کر دُعا مانگی:

يَا رَبِّ فَارْدُدْ لِي وَلَدِي مُحَمَّدًا رَدًّا إِلَيَّ وَاصْطَنِعْ عِنْدِي يَدًا[37]

ترجمہ: اے رب! میرے بیٹے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو لَوٹا دے، اور جَلدی لوٹا کر میرے اوپر مِنَّت واِحْسَان (احسان وعنایت) فرما۔

مکہ کی گھاٹیوں میں ابو جہل نے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پایا اور حضرت عَبْدُ الْمُطَّلِب کے پاس لے آیا۔

دُشْمَن سے اِعَانَت: یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں کہ دشمن کے ہاتھوں اتنی بڑی خِدْمَت لے لی اور آپ کو دشمن سے گَزَنْد (نقصان) بھی نہ پہنچا، اِس کی نَظِیر (مثال) مُوسیٰ عَلَیہِ السَّلَام اور فِرعَون ہے۔

نوٹ: اِس آیت کی مزید تفصیل فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غُفِرلہٗ) نے "ازالة الِاشْتِبَاہات فِي الْآيَاتِ الْمُتَشَابِهَات" میں لکھی ہے۔

دھوکہ کا ازالہ: مُخَالِف (اعتراض کرنے والے) کی تحریر اخبار پر غور کریں، اُس نے لکھا ہے کہ مُفَسِّر (امام احمد رضا) نے دُو سَو سَالَہ ترجموں کو ایک طرف کرکے اپنا جدید ترجمہ لکھتے ہوئے "ضَالًّا" کا ترجمہ لکھا: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" (ترجمہ: مولانا احمد رضا خان بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہ)

یہ اُس کی گمراہی اور قِلَّتِ عِلْم (کم علمی) کا بَیِّن (واضح) ثبوت ہے۔

جواب: امام احمد رضا مُحَدِّثِ دِہْلَوِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہ نے جو ترجمہ لکھا ہے، وہ بِالرَّأْیِ وَالْقِیَاس (محض ذاتی رائے یا قیاس) نہیں بلکہ مُعْتَبَر ومُسْتَنَد (قابلِ اعتماد اور معتبر) تَفَاسِیر (قرآنی تفاسیر) کے عین مطابق ہے۔

مذکورہ بالا اقوال میں "الصَّاوِي" کا قَولِ شَشُم (چھٹا قول) اور "رُوحُ الْبَيَان" کا قَول نمبر ۵ (پنجم) امام احمد رضا فاضل بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا پسندیدہ قول ہے، اور یہ قول الحمد للہ اَہْلِ اِیْمَان کے ایمان کی جان اور رُوحِ اِسْلَام ہے، جیسا کہ فقیر آگے چل کر عرض کرے گا۔ اور یہ دونوں اقوال نہ صرف اِن دو تفسیروں میں ہیں، بلکہ دوسرے مُعْتَبَر ومُسْتَنَد (قابلِ اعتماد ومعروف) تفاسیر میں بھی موجود ہیں، مثلاً:

"تَفْسِيرِ کَبِير" میں امام رَازِي نے، امام اَصْفَهَانِي نے "اَلْمُفْرَدَات" میں، علامہ سُلَیْمَان نے "جُمَل" میں، شاہ عبد العزیز مُحَدِّث دِہْلَوِی نے "تَفْسِيرِ عَزِیزِي" میں، اور قَاضِی ثَنَاءُ اللّٰہ پَانِي پَتِي کی "تَفْسِيرِ مَظْهَرِي" سے ناقِل:

---

[37] (روح البيان، الضحى: 7، 10/ 457، دار الفكر- بيروت)

"قال بعضُ الصوفيه: معناه وَجَدَكَ مُحِبًّا، عَاشِقًا، مُفْرِطًا فِي الحُبِّ وَالعِشْقِ، فَهَدَاكَ إِلَى وَصْلِ مَحْبُوبِكَ حَتَّى كُنتَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى "[38]

یعنی: بعض صُوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے محبوب کے وِصَال (قربت و ملاقات) کی طرف راہنمائی (ہدایت) کی، یہاں تک کہ آپ "قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ" (دو کمانوں کے فاصلے یا اس سے بھی قریب) کے مَقَام پر فائِز (سرفراز) ہوئے۔

فائدہ: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو اکابر دیوبندی، مولوی اشرف علی تھانوی بلکہ خود شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر فضلائے دیوبند، "بیہقیِ وقت" کا لقب دیتے ہیں۔ جس کمبخت (بدبخت) نے اعلیٰ حضرت قدس سرّہٗ کو اُس کی گمراہی اور کم علمی (علم کی کمی) کا اِلزام لگایا ہے وہ اس کا تعصّب (ضد یا جانبداری) ہے۔ مذکورہ بالا تفسیر کے علاوہ اور ملاحظہ ہو۔

تفسیر قرطبی: امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ایسے مستند بزرگ ہیں جن پر امام جلال الدین سیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے باکمال مصنّف، اپنی تصانیف میں جابجا اعتماد کے طور پر اُن کے اقوال نقل فرماتے ہیں۔ اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تفسیر "الجامع لِأحكام القرآن" میں لکھتے ہیں:

"وَقِيلَ: وَوَجَدَكَ مُحِبًّا لِلْهِدَايَةِ، فَهَدَاكَ إِلَيْهَا، وَيَكُونُ الضَّلَالُ بِمَعْنَى الْمَحَبَّةِ. وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: قالُوا تَاللهِ﴿ إِنَّكَ لَفِي ضَلالِكَ الْقَدِيمِ﴾"[39]

یعنی آپ کو اپنی محبت کی تلاش (ہدایت کے شوق) میں وارفتہ (محو و فریفتہ) پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ یہاں "ضلال" بمعنی محبت ہے۔

تفسیر عزیزی: شاہ عبد العزیز کا اپنا اصل بیان ملاحظہ ہو۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اپنی فارسی تفسیر میں اِس آیت کی متعدد تفاسیر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" و بعضی گفته اند که مراد از ضلال محبت و مرتبه عشق است چنانچه پسران حضرت یعقوب فرط عشق ایشان را با حضرت یوسف به این لفظ تعبیر کرده اند که: "إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ"(یوسف:۹۵) و مراد از هدایت آن است که طریق وصول محبوب را به تو نشان دادیم.

بالجمله از همین قماش است سخنان اهل تفسیر در اینجا این قدر بالیقین باید دانست که انبیاء قبل از بعثت نیز از ضلال و کفر اصلی و طبعی معصوم و محفوظ اند؛ بلکه از معاصی نیز به تعهد. چنانچه در حدیث شریف است که من هیچ گاه قصد نکرده ام که کاری از آن کارها که اهل جاهلیت مینمودند به عمل آرم مگر دو بار و در هر دو بار لطف الهی آن کار کردن نداد و عصمت او تعالی در میان من و در میان آن کار حایل شد."[40] (تفسیر عزیزی، صفحہ ۲۲۱)

---

[38] (التفسير المظهري، الضحى:8، 286/10، مكتبة الرشدية –الباكستان، الطبعة: 1412 هـ)

[39] (تفسير القرطبي = الجامع لأحكام القرآن، الضحى:7، 97/20، دار الكتب المصرية –القاهرة، الطبعة: الثانية، 1384 هـ 1964 م)

[40] (تفسیر فتح العزیز از شاه عبد العزیز محدث دهلوی، الضحی:7، 2/ 417، نشر إحسان)

ترجمہ: اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ (اس آیت میں) "ضلال" سے مراد محبت اور مرتبہ عشق ہے، جیسا کہ یعقوب کے بیٹوں نے اُن کی یوسف سے محبت کو اِس لفظ "ضلال" سے تعبیر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "بیٹے بولے: خدا کی قسم! آپ اپنی خود رفتگی (اپنے حال) میں ہیں۔" اور (اس آیت میں) "ہدایت" سے مراد محبوبِ حقیقی کے وِصال (قُرب) کا راستہ بتانا ہے۔

بالجملہ، اِس قدر اہلِ تفسیر کے اَقوال ہیں، اور اِس مقام پر یہ بات یقین کے ساتھ جانی چاہیئے کہ انبیاء بعثت سے پہلے بھی اصلی اور طبعی ضلال و کفر سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں۔ حدیثِ شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں نے اہلِ جاہلیت کے کاموں میں سے کسی کام کے ارتکاب کا قصد نہیں کیا، مگر دوبار، اور ہر بار عنایتِ خداوندی نے مجھے یہ کام کرنے نہیں دیا، اور میرے درمیان اور اُن کاموں کے درمیان عِصمتِ الٰہی حائل ہو گئی۔"

تفسیر حسینی فارسی: کبھی دور میں اِس تفسیر کا طوطی بولتا تھا، اِس کے اردو میں کئی تراجم ہوئے تفسیر جلالین کی طرح اختصار کی وجہ سے عوام و خواص میں بہت مشہور و مُتداوِل تھی جب اُردو نے فارسی کو بے رواج کیا اس وقت سے تفسیر حسینی صرف خَواص تک محدود رہ گئی لیکن اس کے معتبر و مستند ہونے میں کوئی شک وشُبہ نہیں صاحبِ روح البیان اپنی مشہور و مُستند تفسیر میں اِس کے حوالے دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"درحقائق سلمی مذکوراست که ترا یافت درستی مستغرق دربحر معرفت و محبت برتو منت نہاد و بمقام قرب رسانید"

یعنی "حقائق سلمی" میں مذکور ہے کہ اُس نے تجھے محبت اور معرفت کے سمندر میں غَرق پایا تو تجھ پر احسان فرمایا اور اپنے مقام تک پہنچایا۔

گھر کی گواہی: امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃُ اللہ علیہ نے "ضلال" کا معنی محبت اور وارفتگی (محویت، بے خودی) لکھا۔ وہ بالرائے (ذاتی رائے سے) نہیں، اکابرِ اسلام رحمھم اللہ کی تائید کے علاوہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے بھی اِس معنی پر مُہر ثبت کی ہے۔ چنانچہ محمود الحسن کے ترجمہ قرآن پر اُس نے حاشیہ لکھا۔ یہاں "ضالاً" کے معنی کرتے وقت سورۃ یوسف کی آیت: "قَالُوا تَاللّٰهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ" (یوسف:95)[41] کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ (سورۃ الضحیٰ تحت آیت ووجدک ضالاً)

تبصرۂ اویسی غفرلہ: مولوی شبیر احمد عثمانی نے واضح کر دیا کہ ضلال یا ضالاً کے معنی بھٹکنے اور بے راہ ہونے یا ناآشنا (ناواقف) راہ اور بے خبری کے نہیں بلکہ محبت کے ہیں، جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اُن کے بیٹوں نے اُنہیں حضرت یوسف کی قمیض کی خوشبو آنے پر کہا:

"إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ" (یوسف:95) **ترجمہ:** آپ تو اپنے بیٹے یوسف کی اُس پرانی محبت میں وارفتہ ہیں۔

جبھی تو عثمانی صاحب نے "ضالاً" کی تشریح میں لکھا ہے:

"اسی جوشِ طلب (شدتِ چاہت) اور فَرطِ محبت (حد درجہ محبت) میں آپ بے قرار اور سرگرداں (پریشان حال، متلاطم) پھرتے۔ الیٰ آخرہ۔"

تبصرۂ اویسی غفرلہ برعبارتِ دھوکہ باز:

مذکورہ طویل بیان سے واضح ہو گیا کہ دھوکہ باز نے یہ عبارت لکھ کر زبردست دھوکہ دیا ہے۔ وہ عبارت پہلے ہم نے لکھی، اب دوبارہ ملاحظہ ہو:

"ترجمۂ قرآن کرتے ہوئے دیانت داری یہ ہونی چاہیے کہ اُس میں لفظی ترجمہ ایسا ہو کہ اُس ترجمہ کی جب دوبارہ عربی بنائی جائے تو اُس میں لفظ کی کمی بیشی نہ

[41](ترجمہ: قسم ہے اللہ کی، بے شک تو اپنی پرانی محبت میں ہے) (نوری)

ہو۔اُس کے بعد اعلیٰ حضرت پر بُہتان تراشی کی کہ آپ نے تفسیر بالرائے کی ہے اور کہا کہ یہاں تفسیر و ترجمہ ایسا کیا گیا ہے کہ جب اُس کی عربی بنائی جائے تو عربی الفاظ کچھ کے کچھ بن جائیں گے۔"

اِس عبارت میں مخالف نے وہ تیر چلایا ہے کہ جس سے جاہل لوگ تو متاثر ہو سکتے ہیں، لیکن اہلِ علم اُس کا تمسخُر (استہزاء، مذاق) اُڑائیں گے۔اِس لیے کہ لُغت میں ایک لفظ کے بعض اوقات متعدِّد معانی ہوتے ہیں، مثلاً جعفر کے چار معنی ہیں۔

کسی شاعر نے کہا: "جعفر آمد بمعنی چہار خربوزہ و جُوئے و نامِ مردم، حمار"

یعنی: جعفر چار معنوں میں آیا ہے: (۱) خربوزہ، (۲) نہر، (۳) آدمی کا نام، (۴) گدھا

اگر کوئی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا دشمن جعفر کا معنی "گدھا" لے، تو اُس نے لغوی معانی میں سے ایک لے کر دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا عاشق ہو گا، وہ جعفر کے اِن چار معنوں میں سے وہ معنی لے گا جو امام صادق رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان ہو گا۔ یہی حال مخالفین کا ہے کہ ضلال کا لفظ متعدد معانی میں مستعمل ہے، اُن میں گمراہی کا معنی بھی ہے۔ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے آپ کا دشمن یا آپ سے بُغض رکھنے والا "گمراہی" کا معنی لے رہا ہے، اور عاشقِ صادق، امام احمد رضا بریلوی اور اُن کے متبعین اِس معنی کو ہرگز قبول نہیں کرتے، بلکہ وہ معنی لیتے ہیں جو حضور سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شایانِ شان (لائق عظمت) ہے۔

علاوہ ازیں ترجمۃُ القرآن صرف ترجمہ ُلفظی (الفاظ کے مطابق ترجمہ) تو نہیں، ترجمہ کے کئی اقسام ہیں۔ فقیر نے ابتداء میں علامہ زرقانی کی "مناھل العرفان" سے تفصیل لکھ دی ہے۔ عوام کو دھوکہ دینا بددیانت لوگوں کا کام ہے۔ ترجمہ ُلفظی کے علاوہ ترجمہ بامحاورہ (محاورے کے مطابق سلیس ترجمہ) بھی تو ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی برصغیر پاک و ہند کے وہ عظیم ترین مترجم ہیں جنہوں نے انتہائی کَدّ و کاوش (مشقت و محنت) سے قرآن کریم کا ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جس میں روحُ القرآن (قرآن کا اصلی پیغام و معنوی اثر) کی حقیقی جھلک موجود ہے۔ مقامِ حیرت و استعجاب (تعجب و حیرت کی جگہ) ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور بامحاورہ بھی۔ اِس طرح گویا لفظ اور محاورے کا حسین ترین اِمتزاج (خوبصورت امتزاج) آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر اُنہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام (خیال و اہتمام) بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو، اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق (پیش و پس منظر) کے اعتبار سے موزوں ترین (سب سے مناسب) ہوں۔ اِس ترجمہ سے قرآنی حقائق و معارِف (قرآن کے علمی و روحانی نکات) کے وہ اسرار و نکات (چھپے ہوئے علمی و حکیمانہ نکات) منکشِف (ظاہر) ہوتے ہیں جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس (آسان)، شِگُفتہ (دلکش، مؤثر) اور رَواں (روانی سے پڑھا جانے والا) ہونے کے ساتھ ساتھ روحُ القرآن اور عربیت (عربی مزاج) کے بہت قریب ہے۔ اُن کے ترجمہ ُقرآن کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزّت و عِصمت (پاکدامنی و تقدس) کو بطورِ خاص ملحوظ (پیش نظر) رکھا ہے۔ اُن کے ترجمہ ُقرآن کے جُملہ مَحاسِن (تمام خوبیاں) بیان کرنے کے لیے تو ایک ضخیم تصنیف (موٹی کتاب) کی ضرورت ہے، کیونکہ اِس طرح اُن تمام مقامات کو زیرِ بحث لانا پڑے گا جنہیں دوسرے تراجم کے مقابلہ میں امتیاز (خصوصی فضیلت) حاصل ہے۔[42] (محاسنِ کنزُالایمان)

42) (محاسنِ کنزالایمان از ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ، کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے محاسن، ص15، رضا اکیڈمی، لاہور)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ایک عظیم ترین کارنامہ (بہت بڑی دینی خدمت) اور علمی شاہکار (بے مثال علمی کارگزاری) قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ہے۔ تمام اردو تراجم قرآن سامنے رکھ لیجئے، اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے ساتھ اُن کا تقابُلی مطالعہ (موازنہ ومقابلہ) کیجئے۔ آپ واضح ترین فرق و امتیاز (نمایاں فرق) محسوس کریں گے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ لغوی (لفظی)، معنوی (معنی خیز)، ادبی (ادب سے بھرپور) اور علمی کمالات کا جامع ترین مُرقّع (تمام تر علمی وادبی خوبیوں سے آراستہ تصویر) ہے۔ اِسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربیّت (عربی زبان واسلوب) اور قرآن فہمی (قرآن کو سمجھنے کی صلاحیت) کا کس قدر ملکہ (پختہ قدرت ومہارت) حاصل تھا۔ مثلاً:

"وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ" (الضحیٰ:7)

ا۔ شاہ عبد القادر دہلوی کا ترجمہ: "اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سمجھائی"۔

۲۔ یہی ترجمہ محمود الحسن دیوبندی نے بھی کیا ہے۔ (حاشیہ القرآن للعثمانی، صفحہ ۱۰۲٦)۔

۳۔ مودودی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں: "اور تمہیں ناواقف راہ پایا، اور پھر ہدایت بخشی"۔ (تفہیم القرآن، جلد ٦، صفحہ ۳۷٦)۔

۴۔ شاہ رفیع الدین کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں: "اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا، پس راہ دکھائی"۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین، صفحہ ۹۲۸)

۵۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں: "دریافت ترا راہ گم کردہ، پس راہ نمود"۔ (صفحہ ۹۲۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اِن سب کے برعکس ترجمہ فرمایا

"وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ" (الضحیٰ:7) : تمہیں اپنی محبت میں وارفتہ (محبت میں بے خود و محو) پایا، تو اپنی طرف راہ دی۔ (کنز الایمان)

ناظرین انصاف فرمائیں کہ مذکورہ تراجم و ترجمۂ اعلیٰ حضرت میں کون سا نمایاں فرق (بنیادی اختلاف) ہے؟ آپ کو کون سی بات پسند ہے؟ حضور ﷺ کی گمراہی یا بارگاہِ حق تعالیٰ کا عشق، محبت اور وارفتگی (بے خودانہ محبت)؟

سوال: مولوی احمد رضا نے شاہ عبد القادر دہلوی کے دوسو سال پرانے ترجمہ کو ایک طرف کر کے اپنا ترجمہ پیش فرمایا، اِس کی وجہ؟

جواب: ہم یہ ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں کہ یہ ترجمہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، یوں ہی شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ بھی اُن کا نہیں ہے بلکہ تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ دونوں ترجمے وہابیوں نے کئے اور نام لگا دیا اُن دونوں بزرگوں کا۔

یوں ہی شاہ وَلی اللہ مُحَدّث دِہلَوی رَحمۃُ اللّٰہِ عَلَیہ کا تَرجُمَہ (ترجمہ) فارسی بھی مَخدُوش (خراب/غلط) ہے۔ فقیر (مفتی فیض احمد اُوَیسی غفرلہ) کی تصنیف "مَسلَکِ شاہ وَلیُّ اللّٰہ" کا مُطالعَہ کیجئے، فقیر (مفتی فیض احمد اُوَیسی غفرلہ) نے دَلائِل (ثبوتوں) سے ثابِت (واضح) کیا ہے اور دِیوبَندِیوں کے اکابِر (بزرگوں) کی تَصریحات (بیانات/وضاحتیں) پیش کی ہیں کہ یہ ترجمے بُزرگوں کے نہیں وَہابیوں کے ہیں۔ اِن تَراجِم (ترجمے) کے بعد مولوی اَشرَف عَلی تھانوی اور مَحمُود الحَسَن اور ڈپٹی نَذِیر اَحمَد و مَودُودی انہی کی نَقل (نقل کردہ) ہیں۔ جب یہ تَراجِم (ترجمے) وَہابیوں کے ہیں اور ان پُرانے اور نئے ترجموں سے عِصمَتِ مُصطفیٰ ﷺ پر زَد (چوٹ/حملہ) پڑتی ہے اور یہ ترجمے آیت: "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ" (النجم:۲) کے اِرشادِ رَبانی کے بھی خِلاف (مخالف) ہیں۔

اب فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ بزرگوں نے نہیں بلکہ وہابیوں نے نبی پاک ﷺ کی عِصمت پر تراجم کی آڑ میں حملہ کیا۔ امام احمد رضا محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا نہ صرف دفاع فرمایا بلکہ لُغت (زبان)، اور تفاسیر (قرآنی تشریحات) کے عین مطابق ترجمہ قرآن کا حق ادا کیا۔

فجزاه الله خير الجزاء[43]

ناظرین کو اختیار ہے کہ وہ وہابیوں کے تراجم کو لیں یا عاشقِ رسول ﷺ، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" سے استفادہ کریں۔

مرزائی ہزار بار گندے لیکن وہابیوں، دیوبندیوں سے...؟

ناظرین یقین مانیں کہ "وَوَجَدَكَ ضَالًّا" آیتِ کریمہ کے ترجمہ میں دیوبندی، مرزائیوں سے بھی گئے گزرے ہیں، کیونکہ مرزائیوں نے اس آیتِ کریمہ کا ترجمہ اِن لفظوں میں کیا ہے:

ترجمہ: اور جب اُس نے تجھے اپنی قوم کی محبت میں سرشار (محبت میں مست) دیکھا، تو اُن کی طرف کا صحیح راستہ تجھے بتادیا۔ (تفسیر صغیر مؤلفہ مرزا بشیر الدین، صفحہ ۱۳۱) خدا لگتی (دل سے/یقین سے) کہیئے کہ مرزائیوں نے دیوبندیوں کے ترجمہ: "اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ دکھائی" (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی، صفحہ ۱۰۲۶) سے بہتر ترجمہ کیا ہے۔ ہاں، اعلیٰ حضرت کا ترجمہ: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ (عشق ومحبت میں محو) پایا تو اپنی طرف راہ دی۔" مرزائیوں کے ترجمہ سے بھی اعلیٰ ہے، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک حضور ﷺ اللہ کی محبت میں خود رفتہ ہیں، اور مرزائیوں کے نزدیک اپنی قوم کی محبت میں سرشار۔ اور اُن کا فرق ظاہر ہے، فلہ فَهمٌ وتدبر (پس جسے فہم اور غور وفکر ہے، وہ خود سمجھ لے گا)۔

چور کوتوال کو ڈانٹے: منکرین کو چاہیئے تھا کہ خدا خوفی کر کے اعلیٰ حضرت کا احسان سمجھتے کہ اُنہوں نے راہِ حق کی صحیح سمت دکھائی لیکن اس کے بجائے اُن پر اُلٹا طعن وتشنیع (الزام اور برائی) کرتے ہوئے لکھ مارا کہ سابقہ دو دو سو سال اور ایک ایک سال کے مترجمین ڈرتے تھے کہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہم سے اُلٹ نہ ہو جائے، آج خوفِ خدا تو رہا نہیں۔ کبھی اپنے مسلک (فقہی واعتقادی راستہ) کے خلاف جو آیت نظر آئی اُس کا مرضی کے مطابق ترجمہ کر دیا۔

تبصرہ اویسی غفرلہ: فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غفرلہ) نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ عین (بالکل) علماءِ حق کے مطابق ہے، الحمد للہ اعلیٰ حضرت نے مسلکِ حق کے مطابق آیت کا ترجمہ فرمایا ہے۔ اور وہ بھی سابقہ مفسرین (تفسیر کرنے والے) کے متعدد اقوال میں سے ایک قول کی بناء پر کیا ہے، لہٰذا آپ کی ذات پر بے خوفی کا حکم لگانا خود اپنی بے خوفی ظاہر کرنا ہے۔ سچ ہے، اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

دھوکہ کا ازالہ: منکرین کا اِن تراجم کو اسلاف (پہلے گزرے ہوئے بزرگانِ دین) کے تراجم کہنا بھی دھوکہ ہے۔ وہ ترجمے اُن کے اپنے وہابیوں کے ہیں، اور نام ظاہر کیا ہمارے بزرگوں کا۔ اِس لیے ہم وثوق (پختہ یقین) سے کہتے ہیں کہ اسلافِ صالحین (نیک گزرے ہوئے بزرگ) کوئی بھی حضور ﷺ کو گمراہ کہنا تو درکنار، اُن کے اذہانِ مبارکہ (پاکیزہ ذہنوں) میں تصوّر تک نہ تھا۔ یہ گندا ذہن وہابیوں کا ہے جو قرآنِ پاک جیسی مقدّس کتاب کے ترجمہ میں اپنا گندا مزاج (طریقۂ فکر) استعمال کیا۔

"فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ" (الحشر:2)[44]

عذرِ گناہ بدتر از گناہ: مخالف نے "ضال" بمعنی "گمراہ" ثابت کرنے کیلئے جو دلائل دیے، وہ اُس کی نُبوّت دشمنی کا واضح ثبوت ہے۔ مثلاً کہا: حضور ﷺ وحی آنے سے پہلے شریعت کی تفصیلات سے واقف نہ تھے، بعض واقعات پیش آنے سے پہلے بے خبر تھے۔ مثلاً واقعہ اِفک کی حقیقت، اِس نوعیت

---

43) (اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے) (نوری)

44) (یعنی پس عبرت حاصل کرو اے آنکھ والو۔) (نوری)

کے دیگر واقعات، کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وحی کے انتظار میں بے تاب (بے قرار) رہتے تھے اور وحی سے خبر پاکر اُن واقعات کی خبر پاتے تھے اور اصل راستے سے واقف ہو جاتے تھے، پھر وحی کے مطابق صراطِ مستقیم (سیدھی راہ) اُمّت کو بتاتے تھے۔

جواب: مخالفین کی اِس عبارت (تحریر/گفتگو) سے اُن کا اصلی چہرہ سامنے آگیا، وہ یہی کہ "ضالّ" بمعنی گمراہ، بے خبر، نہ واقف کے معانی کو ترجیح دی گئی ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو قبلِ نُبوّت وبعدِ نُبوّت بہت سے اُمور سے ناواقف تھے، نزولِ وحی (وحی کے اُترنے) تک نہ صرف بے خبر بلکہ بے قرار رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نُبوّت چالیس سال کے بعد ملی، اس سے قبل آپ کو یہ علم تک نہ تھا کہ آپ نبی بنیں گے۔ جبرئیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے، تب بھی بے خبر تھے۔ اُن کی بار بار تنبیہ (خبردار کرنے) کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو علم ہوا کہ ہاں، یہ جبرائیل ہیں اور مجھے نُبوّت کی خبر دینے آئے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام باتیں وہابی عقائد پر مشتمل ہیں۔ اہلِ سنّت کا عقیدہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جُملہ عالمین (تمام جہانوں) کے نبی ہیں، آپ اُس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ "كُنتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ"[45]

اور حدیثِ صحیح "مشکوٰۃ" (مشکوۃ المصابیح حدیث کی مشہور کتاب) سے امام مسلم نے روایت کی ہے: "وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً"[46] ہاں، اظہارِ نُبوّت (نبوت کا اعلان) چالیس سال کے بعد ہوا۔ اندریں دوران آپ کو علمِ الٰہیہ (اللہ کی جانب سے علم) سے نوازا گیا۔ اِجمالاً (مختصراً) آپ کو جُملہ علوم (تمام علوم) حاصل تھے، مثلاً پیدا ہوتے ہی سجدہ ریز (سجدے میں گرنے والے) ہونا، اور امتی کی صدا لگانا، پھر بچپن کے کوائف، پھر جوانی سے تا اظہارِ نبوت۔ لیکن اجمال کے رنگ میں، اجمالی علم میں تفصیل بھی ہوتی ہے، صرف فرق اتنا ہے کہ اجمالی علم ہر وقت ہوتا ہے، تفصیلی علم کے لیے وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً: حافظِ قرآن کو پورے قرآن کا علم ہے، لیکن جب تراویح سنا رہا ہے تو پہلے پارہ کی تلاوت کے وقت دوسرے یا تیسرے پارے وغیرہ کی تلاوت کرے گا، اگر اُسے کوئی غلط لقمہ (اشارہ یا تصحیح) دے گا تو وہ نہ لے گا۔ اُس سے یہ نہ کہا جائے گا کہ لُقمہ والی عبارت کا اُسے علم نہیں۔ بہر حال جتنا مخالفین حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علم پر ناجائز حملے کرتے ہیں، اُن کا اجمالی جواب یہ ہے، جس کی تفصیل فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غفرلہ) نے "غاية المأمول في علم الرسول" میں عرض کر دی ہے۔

حدیثِ اِفک (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا بہتان) کا بھی جواب یہی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا قبلِ وحی بھی، اس کے متعلق فرما دیا تھا:

"والله ما علمت على أهلي إلا خيرا "[47] یعنی اللہ کی قسم! میں نے اپنے اہل میں خیر ہی دیکھی ہے۔

مزید تفتیش و تحقیق (تحقیق و جستجو) شرعی احکام کی وجہ سے تھی۔ اِس کی تفصیل فقیر کی کتاب "شرح حديثِ إفک" میں پڑھیے۔

---

[45] (میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) روح اور جسم کے درمیان تھے۔" (نوری)

[46] (مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين الفصل الأول، 3/ 1601، الحديث 5748، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥م)

(یعنی: مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا) (نوری)

[47] (صحيح البخاري، كتاب الاعتصام، بالكتاب والسنةباب قول الله تعالى وأمرهم شورى بينهم، 6/ 2682، الحديث 6935، دار ابن كثير – بيروت، 1414هـ/ 1993م)

بہر حال "وَوَجَدَكَ ضَالًّا" کا ترجمہ اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا خان رحمہ اللہ) کا مسلکِ حق اہلِ سنت کی ترجمانی ہے، اور دوسرے ترجمے وہابیت (وہابی عقائد) کے ترجمان (نمائندہ) ہیں، جو گستاخی و بے ادبی سے لبریز (بھرے ہوئے) ہیں۔ ہم اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے عاشق (محبت کرنے والے) ہیں، مخالفین وہابیت کے دلدادہ (محبت کرنے والے)۔ "للناس ما یعشقون مذاهب"[48]

آیت نمبر ۱: "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" (سورۃ محمد، آیت ۱۹)

ترجمہ: مولوی محمود الحسن: "اور معافی مانگ اپنے گناہ (قصور / خطا) کے واسطے اور ایماندار (مومن) مردوں اور عورتوں کے لیے۔"

ترجمہ: مولوی اشرف علی تھانوی: "اور آپ اپنی خطا (غلطی) کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے۔"

ترجمہ: ابو الاعلیٰ مودودی: "اور معافی مانگو اپنے قصور (خطا) کے لیے بھی، اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی۔"

آیت نمبر ۲: "إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۔ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" (سورۃ الفتح، آیت ۲)

ترجمہ: مولوی اشرف علی تھانوی: "بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح (واضح کامیابی) دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں (پہلے کی اور بعد کی غلطیاں) معاف فرمادے۔

ترجمہ: مولوی محمود الحسن: "ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ (واضح فتح) تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ (پہلے گناہ) اور جو پیچھے رہے (بعد کے گناہ)۔

اِختصار (خلاصے) کے پیشِ نظر اِن مترجمین (ترجمہ کرنے والوں) کے تراجم لکھے ہیں جن پر اُن کے پیروکاروں (ماننے والوں) کو اعتماد ہے۔ علاوہ ازیں (اس کے علاوہ) دوسرے تراجم اُردو بھی اِن ترجموں سے مختلف (ہٹ کر) نہیں۔

ناظرین کو دعوتِ غور و فکر: ناظرین! اِن پر بلا امتیاز (بغیر کسی فرق کے) مسلک و مذہب (فقہی و اعتقادی گروہ) غور فرمائیں۔ آیتِ اوّل میں اِن مترجمین (ترجمہ کرنے والوں) نے اپنے ترجموں میں ایسے الفاظ استعمال کیے کہ حضورِ سرورِ کائنات ﷺ کو معاذَ اللہ (اللہ کی پناہ!) خطاکار (غلطی کرنے والا) اور قصوروار (جرم کا مرتکب) بناڈالا۔ ذرا غور کیجیے! اِن غیر مُحتاط (لاپرواہی سے کیے گئے) تراجم (ترجموں) کے مطالعہ سے ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم (اسلام نہ ماننے والا) کیا تاثر (تاثر، اثر) لے سکتا ہے؟ یہی کہ معاذَ اللہ خود حضور ﷺ کا دامن بھی خطاؤں (غلطیوں)، گناہوں اور قصوروں (جرائم) سے پاک نہ تھا! کیا یہ تراجم دُشمنانِ اسلام (اسلام کے دشمنوں) کے ہاتھ میں اسلام اور اہلِ اسلام (مسلمانوں) کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے کے مُوجِب (سبب) نہیں ہوں گے؟

دوسری آیت میں مترجمین نے خطاؤں کو حضور ﷺ کی ذات سے منسوب کر دیا (جوڑ دیا)۔ اِن غیر محتاط مترجمین کے تراجم سے تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذَ اللہ حضور ﷺ سے پہلے بھی گناہ سَرزَد (واقع) ہوتے رہے اور بعد میں بھی۔ اور خدا نے اِس آیت میں اُن کی بخشش (معافی) کا وعدہ فرمایا ہے۔ مانا کہ مترجمین کا یہی عقیدہ (ایمان) ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ گناہ و خطا و قصور (ہر طرح کی خطا، گناہ اور غلطی سے) معصوم (پاک و محفوظ) ہیں، قبل از نبوت (نبوت سے پہلے بھی)، صغائر (چھوٹے گناہ) سے بھی اور کبائر (بڑے گناہ) سے بھی۔ لیکن ترجمہ کو عام آدمی پڑھے گا، اور صرف ترجمہ سے تو لازماً (ضرور) یہی سمجھے گا کہ (معاذَ اللہ) نبی علیہ السلام ہماری طرح عام بَشَر (انسان) ہیں، جیسے ہم سے گناہ، خطا، قصور سرزد ہوتا ہے، تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جاتا ہے، یوں ہی نبی علیہ السلام کا حال ہے۔

---

[48] (لوگوں کے لیے وہی چیز ہے جس سے وہ محبت رکھتے ہیں۔) (نوری)

صرف فرق یہی ہے کہ وہ نبی ہیں، اُنہیں بلا توبہ (توبہ کیے بغیر) معاف کیا جارہا ہے، اور ہم اُمّتی (نبی کے پیروکار) ہیں، اور ہمارے گناہ وخطاو قصور توبہ سے معاف ہوتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اِن تراجم میں نبی پاک ﷺ کی عِصمت (گناہ سے مکمل حفاظت) پر حملہ ہوا، جس کی مترجمین کو صفائی (وضاحت) دینی پڑی، حالانکہ ترجمہ ایسا ہونا چاہیے تھا کہ عام قاری کو اعتراض کی گنجائش (موقع) نہ ہو، اور نہ ہی مخالفِ اسلام کو اسلام پر حملہ کرنے کا موقع ملے، اور نہ ہی بعد کو صفائی دینے کی ضرورت ہو۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا کمال:

امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے دونوں آیتوں کا ایسا نفیس (عمدہ، بہترین) ترجمہ فرمایا کہ ترجمہ کا حق ادا کر دیا، اور معترضینِ اسلام (اسلام پر اعتراض کرنے والوں) کو اعتراض کا موقع بھی نہ دیا۔ آپ نے "کنز الایمان" میں پہلی آیت کا ترجمہ لکھا: "اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو" دوسری آیت کا ترجمہ لکھا: "بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے"۔

تبصرہ اویسی غفرلہ: اِن دونوں آیتوں میں لفظِ ذَنب کا ترجمہ "گناہ" بھی بحال (باقی) رکھا گیا ہے، اور حضور نبی پاک ﷺ کی عظمت (شان) پر بھی دھبّہ (داغ) نہیں آنے دیا، بلکہ ایسا پیارا ترجمہ کیا کہ اُس سے شانِ نبوت کا عُلو (بلندی) ورِفعت (عظمت) کا اظہار ہوتا ہے، کہ وہ نبی علیہ السلام ایسی شانِ با کمال (بے مثال عظمت) کے مالک ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے صدقے (وسیلے، برکت سے) تمام اہلِ ایمان کو بھی بخشنے کا وعدہ فرما رہا ہے۔ اور ترجمہ میں کسی زائد الفاظ (اضافی الفاظ) کو تفسیری (تشریحی) طور پر بڑھانے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہونے دی۔

"فجزاه الله عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء"[49]

تحقیقِ حق: تراجم سے ناظرین کو یقین ہو گیا ہو گا کہ پہلے ترجموں میں لکھا ہے کہ حُضور ﷺ سے گُناہ و خَطاو قُصور (غلطی، چُوک، کوتاہی) کا صُدور ہوا یا ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے معافی کا مُژدہ (خوش خبری) سُنا دیا اور یہ عقیدہ خود ترجمہ کرنے والوں کا بھی نہیں جیسا کہ وہ اِس کا اعتراف کرتے ہیں۔ جو ترجمہ خود مُترجم کے عقیدے کے خلاف ہو تو اُس ترجمہ کی کیا ضرورت؟ اور جو اعلیٰ حضرت قُدّسَ سِرہٗ نے ترجمہ کیا وہ اسلام کا مُسَلّمَہ (متفق، تسلیم شدہ) عقیدہ ہے جس پر دوسرے مترجمین کو بھی اتفاق ہے۔ تو پھر وہ ترجمہ کیوں نہ لیا جائے جو مُتّفَق عَلَیہِ (سب کا مانا ہوا) عقیدہ کا منظر (عکاس، مظہر) ہے؟ پھر مخالفین کو کون سمجھائے کہ تمہارے اکابر (بزرگ، بڑے) کے ترجمے خود تمہارے عقیدہ کے خلاف ہیں۔ اور سب سے بڑی خرابی یہ کہ اِس سے عوام کے عقیدہ کے بگڑنے کا خطرہ ہے، بلکہ بڑھ کر یہ کہ اِن تراجم (ترجموں) سے اسلام میں ایک فتنہ بَپا (کھڑا، جاری) کرنا ہے، کیونکہ ہم مسلمان نہیں کہیں گے کہ رسولُ اللہ ﷺ وہ جُملہ گناہوں، خطاؤں اور قُصوروں سے پاک اور معصوم ہیں، لیکن دُشمنانِ اسلام کہیں گے کہ نہیں، وہ گُناہ، قُصور و خَطا کرتے تھے، جس کی خبر خود قرآن نے دی ہے اور اس کا ترجمہ تمہارے مسلمانوں نے کیا ہے کہ اُن کے گناہ و خطاو قصور بخشا گیا اور قرآن کا فیصلہ ہے: "والفِتنَةُ أَشَدُّ مِنَ القَتْلِ" (البقرۃ:191) یعنی فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

عوام سے اپیل: عوام اہلِ اسلام سے گذارش ہے کہ فیصلہ فرمائیں کہ فتنہ اَنگیز تراجِم چاہئیں یا وہ ترجمہ ہو جو تمام فِتَن (فتنوں) کو مٹائے اور دِلوں کو چین بخشے اور عشقِ رسول ﷺ کی دولت سے مالا مال فرمائے؟ اُس ترجمہ کا نام ہے: "کنزُ الإیمان فی ترجمةِ القرآن"۔

---

[49] (اللہ تعالیٰ انہیں ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔) (نوری)

اُصولِ ترجمہ: مترجم کو عُلومِ اسلامیہ پر مکمل دَسْتَرَس (مہارت) ضروری ہے، بالخصوص لُغَات (زبانوں) و تفسیری اُصول کے ماہر ہوں، وہ تفاسیر کا بھرپور مطالعہ رکھتا ہو۔ دوسرے مُترجمین کا حال کسی سے مخفی نہیں، اور امام احمد رضا فاضلِ بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی علمی وُسعت و کثرتِ مطالعہ و حافظہ کا مخالفین کو بھی اعتراف ہے۔ فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غفرَ اللہ لَہٗ) نہایت وُثُوق (اعتماد) سے لکھ رہا ہے کہ مُترجمین نے جہاں "گُناہ و خطا و قُصور" ترجمہ کیا ہے، عربی و لُغَوی اعتبار سے کسی تفسیر میں بھی یہ معنی نہیں ملیں گے۔ چند تفاسیر کے حوالہ جات حاضر ہیں:

۱. مشہور تفاسیر میں ہے کہ "ذَنب" سے مُراد خِلافِ اَولیٰ (بہتر کے خلاف) ذَنب ہے۔

۲. مَراتِبِ عُلیا (بلند درجے) کی بہ نسبت مراتبِ اَدنیٰ (کم تر درجے) مراد ہیں۔

۳. آپ کی اُمّت کے گناہ مراد ہیں اور اُن کے ذُنُوب (گناہوں) کی نسبت آپ کی طرف کر دی گئی ہے، کیونکہ قوم کے اَفعال کی نسبت اُس کے قائد کی طرف کر دیتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ فلاں جرنیل ہار گیا اور یہ اِسْناد (نسبت دینا) مَجازِ عَقلی (عقلی اعتبار سے مجازی نسبت) ہے۔

۴. علامہ آلُوسی لکھتے ہیں کہ یہاں مغفرت کا اطلاق اُس چیز پر ہے جس کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی نظرِ عالی (بلند نظر) کے پیشِ نظر "ذَنب" خیال فرماتے ہیں۔[50]

۵. شیخ ابو السعود لکھتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بسا اوقات تشریعی ضَرورتوں کے سبب سے افضل اور اَولیٰ امر کو ترک فرما دیتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اِن اُمور کا ترک کرنا بھی جائز ہے، اور یہ مغفرت اُس ترک کی طرف راجع ہے، اگرچہ یہ ترک معصیت (نافرمانی) نہیں ہے۔[51]

۶. علامہ بدرُ الدین عَینی فرماتے ہیں: "اَبرار (نیک لوگوں) کی نیکیاں بھی مُقرّبین (قریب ترین بندوں) کے ہاں گُناہ کا حُکم رکھتی ہیں"، جیسا کہ کہا جاتا ہے:

"حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ"[52]

۷. حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کوئی گناہ کیا ہے، نہ کرنا ہے، لیکن اگر بِالفَرَضِ المُحال (محال فرض کرکے) کوئی گناہ ہو بھی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی مغفرت کا اعلان فرما دیا ہے۔

۸. قاضی عیاض لکھتے ہیں: جب "وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ" (الاحقاف:9) [یعنی نہ میں جانتا ہوں میرے ساتھ کیا ہو گا، نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔] نازل ہوئی تو مشرکین نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہمارا اور محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حال برابر ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے کفار کے ردّ میں یہ آیت نازل فرمائی، یعنی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انجام خیر معلوم ہے اور کفار کا حالِ بد، پھر برابری کیسی؟

۹. علامہ تاج الدین سُبکی فرماتے ہیں: یہ اظہارِ مغفرت کا ایک کلمۂ شریف ہے، جیسے بادشاہ کسی وزیر کو خوش ہو کر کہہ دے: "جاؤ تمہارے سات خُون معاف"، بغیر اِس بات کے کہ اُس نے کوئی خُون کیا ہو یا کرنا ہو۔ اِسی طرح اللہ عزوجل نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر راضی ہو کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مغفرت کا اعلان کر دیا، بغیر اِس اَمر کے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کوئی گناہ کیا ہو یا کرنا ہو۔

---

[50] (تفسير الألوسي روح المعاني، الفتح :2 ،13/ 245،دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1415 هـ – 1994 م)

[51] (تفسير أبي السعود = إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم، الفتح :2 ،8/ 104،دار إحياء التراث العربي – بيروت)

[52] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب التهجد باب من نام عند السحر، 7/ 180،(دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر) – بيروت)

("نیک لوگوں کی نیکیاں، مقربین (اللہ کے قریب بندوں) کے نزدیک خطائیں شمار ہوتی ہیں۔" (نوری)

۱۰. شیخ عزیز الدین ابنِ سلام لکھتے ہیں کہ تمام اَنبیاء علیہم السّلام مغفور ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی مغفرت کا اعلان نہیں کیا۔ اِسی سبب سے عرصہ محشر میں ابتداءً انبیاء علیہم السلام لوگوں کی شفاعت نہیں کریں گے اور نَفْسِی نَفْسِی کہہ کر اپنی فکر کا اظہار کریں گے۔ اگر دنیا میں حضور ﷺ کی مغفرت کا اعلان نہ ہو تا تو ممکن تھا کہ حضور ﷺ بھی شفاعت کرنے میں تأمّل (توقف، جھجک) فرماتے۔ اِس سبب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں آپ ﷺ کی مغفرت کا اعلان کر کے آپ ﷺ کو تسلی دی، تاکہ آپ روزِ محشر اپنی طرف سے بے فکر اور مُطمئن ہو کر اُمّت کی شفاعت کر سکیں۔

۱۱. جلال الدین سیوطی الشافعی فرماتے ہیں: "مغفرت کے معنی سِتر (ڈھانپنے، چھپانے) میں ہیں، اور ہمارے حق میں مغفرتِ ذُنوب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ذاتوں اور ہمارے اعمالِ بد کے درمیان اپنی رحمت کو حائل کر دے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں مغفرتِ ذُنوب کا مفہوم یہ ہے کہ اُن کی ذاتوں اور اُن کے مفروضہ گناہوں کے درمیان اللہ تعالیٰ اپنی عصمت (حفاظت) اور حفاظت کو حائل کر دے۔ اِس اعتبار سے اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم اور محفوظ کر دیا۔"

۱۲. حضور ﷺ عصمت (گناہ سے پاکیزگی) کے باوجود اِمتثالِ امر (حکم کی تعمیل) اور تواضُع (عاجزی) کی وجہ سے کثرت سے اِستغفار کیا کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اظہارِ اجابت (قبولیت ظاہر کرنے) کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

۱۳. سَیّدی عبد العزیز دَبّاغ نے افادہ فرمایا: معصیّت کا سبب اللہ تعالیٰ سے غَفلت (دوری) ہے۔ جب بندے اور خدا کے درمیان غلبۂ شَہوت، غضب یا حِرص کے حُجُب (پردے) حائل ہو جاتے ہیں تو وہ معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ "اِسی طرح بندے کی جسمانی کَثافت (جسمانی گندہ پن)، بشری ہیولانیت (انسانی مادی حالت) اور ظلماتِ معصیت (گناہوں کی تاریکیوں) کے حجابات (پردے) بھی اُس کے اور خدا کے درمیان حائل (رکاوٹ) ہوتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ مغفرتِ الٰہی (اللہ کی بخشش) سے بے بہرہ (محروم)، حضور و شُہود (اللہ کی حضوری اور معرفت) سے غافل (بے خبر) اور کسبِ معصیت (گناہ کے ارتکاب) میں اندھا (بے بصیرت) ہو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ قُدسیہ (پاکیزہ شخصیات) اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان یہ پردے نہیں ہوتے، اِس وجہ سے وہ مَحرمِ اَسرار (اللہ کے رازوں کے جاننے والے) ہوتے ہیں۔ پھر گناہ کیسا؟ نیز فرماتے ہیں کہ " نجس (ناپاک) اور متعفّن (بدبودار) کپڑے پر آ کر مکھیاں بیٹھتی ہیں، اگر کپڑا نہ ہو تو مکھیاں بھی نہ ہوں گی۔ یہ حُجُب (پردے) بمنزلہ (مثل) کپڑا اور گناہ بمنزلہ مکھیاں ہوتے ہیں۔ جب انبیاء علیہم السلام اور خدا کے درمیان حِجاب (پردہ) نہ رہا تو گناہ بھی نہ رہا۔ پھر فرماتے ہیں: "غُفْر" کا معنی ہمارے حق میں سِترِ ذُنوب (گناہوں پر پردہ ڈالنا) اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں عَدمِ ذُنوب (گناہوں کا ہونا ہی نہیں) ہو تا ہے۔

اِس تمہید کے بعد آیتِ زیرِ نظر کا مطلب بیان فرماتے ہیں: "اِنَّآ فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا" (الفتح: 1)

"پیارے! ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان کسی قسم کا کوئی حجاب نہیں رکھا، اور فتحِ مبین کر دی ہے، تاکہ تم ہمیشہ مشاہدۂ ذات و صفات میں مُستغرق اور مُنہمک رہو، اور تمہاری زندگی گزشتہ ہو یا آئندہ، اُس میں کسی قسم کی کوئی خطا راہ نہ پا سکے، نہ اجتہادی نہ عَمدی۔"

۱۴. گناہ کا سبب نفس اور اُس کے تقاضوں سے اندھا دھند محبت کرنا ہے، جب انسان اور اُس کے اعمال کے درمیان محبتِ نفس آتی ہے تو معصیت جنم لیتی ہے۔ اور نیکی کا سبب اللہ اور اُس کے احکام سے بے اندازہ محبت ہے۔ جب دل اُس کی یاد سے معمور (بھرپور) اور آنکھیں جلوؤں (تجلیات، نظاروں) سے مخمور (مدہوش)

ہوں، تو انسان اُس کی خاطر سر کٹا سکتا ہے لیکن خواہش کے آگے سر جھکا نہیں سکتا۔ تو آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کے لیے اپنی محبت کی راہوں کو کُشادہ کر دیا (کھول دیا) تاکہ آپ کی زندگی کے کسی حصّے میں کوئی ایسا عمل نہ آنے پائے جو محرُومِ محبت کا ثمرہ ہو۔[53] (محاسن کنز الایمان)

اور یہ صرف بطورِ نمونہ (مثال کے طور پر) عرض کیا گیا ہے۔ ورنہ اصولِ تفسیر کے قاعدہ پر قرآن ذووُجُوہ ہے یعنی بیک وقت کئی معانی و مفاہیم (مطالب) کا حامل ہے۔ اِس قاعدے کے متعلق اسلاف (پہلے کے جلیل القدر علما) کی متعدد تصانیف (کتابیں) ہیں۔ امام جلال الدین سُیوطی رحمہُ اللہ نے "الاتقان صفحہ ۱۴۱ تا صفحہ ۱۴۳ جلد نمبر ۱ میں مستقل باب، **معرفةُ الأَبَهُ و النَّظاَئِر** قائم فرمایا ہے۔

معجزہ: بلکہ امام سیوطی رحمۃُ اللہ علیہ نے قرآنِ مجید کے وُجُوہِ متعدّدہ (کثیر معانی و مفاہیم) کو معجزہ (خارقِ عادت نشانی) قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَقَدْجَعَلَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مِن أَنْوَاعِ مُعْجِزَاتِ القُرْآنِ حَيْثُ كَانَتِ الكَلِمَةُ الوَاحِدَةُ تَنْصَرِفُ إِلَى عِشْرِينَ وَجْهًا وَأَكْثَرَ وَأَقَلَّ، وَلَا يُوَجَّهُ ذٰلِكَ فِي كَلَامِ البَشَرِ[54]

یعنی بعض علمانے قرآنِ کریم کے ذووُجُود (کئی معانی رکھنے والے) ہونے کو معجزات کی اقسام (اصناف) میں سے شمار کیا ہے، کیونکہ قرآن کا ایک کلمہ (لفظ) بیس وُجوہ (معانی) بلکہ اُس سے بھی زیادہ یا کم پر دلالت کرتا ہے، اور یہ خوبی انسان کے کلام (عام انسانی گفتگو) میں نہیں پائی جاتی۔ بلکہ عُلمائے کرام نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ہر آیت کے لیے ساٹھ ہزار مفہوم (معانی) ہیں۔ (الدولۃُ المکیہ، صفحہ ۱۰۲ تا ۱۳۰، حاشیہ نمبر ۱)

مفسّرِ قرآن، دَستگیرِ جہان یعنی شاہِ جیلان رضی اللہ عنہ:

مذکورہ بالا کی علمی تائید حضور غوثِ اعظم جیلانی محبوبِ سبحانی سیدُنا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے ایک محفل میں قرآنِ کریم کی چالیس وُجوہ (چالیس انداز سے تفسیر) بیان فرمائیں۔ اُس محفل میں علما، مفسّرین اور محدّثین بھی شریک تھے۔ اِس پر آپ کو زبردست تحسین (تعریف) و خراجِ عقیدت (احترام) پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا:

"أَجْفَى مِنَ القَالِ إِلَى الحَالِ" یعنی: ہم اب قال (زبان و بیان) سے حال (روحانی کیفیت) کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔

یہ فرما کر آپ خاموش ہو گئے اور حاضرین پر روحانی توجہ (باطنی نظرِ کرم) ڈالی، تو ایک کُہرام (بے اختیار کیفیت) برپا ہو گیا اور پورا مجمع تڑپ اٹھا۔ اُس مجمع میں امام ابن الجوزی رحمۃُ اللہ علیہ (مشہور محدّث) بھی موجود تھے۔ وہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تبحّرِ علمی (علم کی وسعت) کے مُعترِف (قائل) ہو گئے۔ نہ صرف گرویدہ (دل سے قائل) ہوئے بلکہ اتنے بے خود ہوئے کہ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ (اخبارُ الأَخیار، صفحہ ۱۱، و قلائدُ الجواہر)

فائدہ: نہ صرف گرویدہ ہوئے بلکہ بعد ازاں مُرید ہو کر خلافتِ قادریہ سے بھی نوازے گئے۔ تفصیل دیکھئے فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غفرلہ) کی "شرح حدائقِ بخشش جلد اول" میں۔

کمالِ امام احمد رضا محدّث بریلوی رحمۃُ اللہ علیہ:

---

[53] (محاسنِ کنز الایمان از ملک شیر محمد خان اعوان آف کالا باغ، ص 50، رضا اکیڈمی، لاہور)

[54] (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، الفتح: 1 إلى 3، 2/ 144، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة – 1420 هـ)

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا آیتِ مذکورہ میں "ذَنب" کی تفسیر میں ایک وجہ اختیار کرنا قرآنِ کریم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ لیکن افسوس ہے دیوبندیوں اور وہابیوں پر کہ اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہ علیہ کے ترجمہ کو تفسیر بالرائے (ذاتی رائے سے تفسیر)، تحریف (بگاڑ) اور نہ معلوم کیا کیا الزامات دیے، حالانکہ یہی الزامات اُن کے اکابر (بزرگانِ دین) پر وارد ہوتے ہیں۔ اُن کے تراجم، اگرچہ لفظی ترجمہ کے پردے میں کیے گئے، لیکن وجوہِ مذکورہ میں کسی ایک کو بھی اپنا مؤیّد (تائید کرنے والا) نہ بنا سکے۔

ہزاروں حیف (افسوس) مولوی غلام رسول سعیدی اور اُس کے چیلے زبیر حیدرآبادی پر جنہوں نے اعلیٰ حضرت کے ترجمے پر ناروا حملے کیے۔ اُن کی اصلی عبارت آخر میں عرض کروں گا، اِن شاءاللہ عزّوجلّ۔

تائید تفاسیر: جیسا کہ ابتداء (شروع میں) میں عرض کیا گیا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمہ الہامی (اللہ کی طرف سے عطا کردہ) ہے۔ آپ کے ترجمہ کے بعد جب تفاسیر کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا تو درجنوں تفاسیر آپ کے ترجمہ کے مطابق پوری اترتیں ہیں۔ فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غفرلہ) چند حوالے عرض کرتا ہے:

۱. امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

"لَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَنْبٌ، فَمَاذَا يُغْفَرُ لَهُ؟ قُلْنَا الْجَوَابُ: عَنْهُ قَدْ تَقَدَّمَ مِرَارًا مِنْ وُجُوهٍ أَحَدُهَا: الْمُرَادُ ذَنْبُ الْمُؤْمِنِينَ "[55]

یعنی اگر کوئی سوال کرے کہ نبی کریم ﷺ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا تو پھر مغفرت کس بات کی؟ ہم کہتے ہیں، اِس کا جواب کئی بار مختلف انداز سے گزر چکا ہے، اُن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ یہاں مراد مومنوں کے گناہ ہیں۔ (تفسیر کبیر، صفحہ ۷۸، جلد ۲۸)

چنانچہ علامہ رازی سورۂ محمد میں "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ" (محمد:۴۷) کے تحت فرماتے ہیں:

"أَيْ لِذَنْبِ أَهْلِ بَيْتِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ أَيِ الَّذِينَ لَيْسُوا منك بأهل بيت"[56]

یعنی آپ اپنے اہلِ بیت، اور اُن مومن مردوں و عورتوں کے گناہوں کی بخشش طلب کریں جو اہلِ بیت میں شامل نہیں۔

۲. قاضی ثناءاللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

"وقال عطاء الخراسانی ما تقدم من ذنبك يعنى ذنب أبويك آدم وحواء ببركتك وما تأخر ذنوب أمتك بدعوتك"[57]

یعنی "ما تقدم من ذنبك" سے مراد حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی لَغزِش ہے جو آپ ﷺ کی برکت سے معاف ہوئی، اور "وما تأخر" سے اُمّت کے گناہ مراد ہیں جو آپ ﷺ کی دعا سے معاف ہوئے۔

۳. الشیخ احمد الصاوی (تفسیر صاوی، جلد ۴، صفحہ ۹۰) میں لکھتے ہیں:

---

[55] (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، الفتح: 1إلى 3، 28/ 66، دار إحياء التراث العربي – بيروت،الطبعة: الثالثة – 1420هـ)

[56] (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير،سورة محمد:19، 28/ 52، دار إحياء التراث العربي – بيروت،الطبعة: الثالثة – 1420هـ)

[57] (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير،الفتح:2، 9/ 3، مكتبة الرشدية – الباكستان، الطبعة: 1412هـ)

"أي ان اسناد الذنب له صلى الله عليه وسلم مؤول اما بان المراد ذنوب أمتك أو هو من باب حسنات الابرار سيئات المقربين "[58]

یعنی نبی اکرم ﷺ کی طرف ذَنب کی نسبت کی تاویل یوں کی گئی ہے کہ یا تو مراد اُمّت کے گناہ ہیں، یا وہ اعمالِ صالحہ (نیک عمل) ہیں جنہیں مُقرّبین (اللہ کے قریب بندے) اپنی بلندی شان کی وجہ سے گناہ تصوّر کرتے (سمجھتے) ہیں۔

۴. نظام الدین حسن بن محمد (وفات ۷۴۸ھ) نے لکھا:

"فقيل: أراد به ذنب المؤمنين من أمته"[59] یعنی کہا گیا کہ اِس سے مراد نبی اکرم ﷺ کی اُمّت کے مومنوں کے گناہ ہیں۔

صرف اِن چار حوالوں کی اصل عبارت لکھ دی ہے۔ آگے ایک طویل فہرست عرض کرتا ہوں تاکہ قارئین کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے تبحّرِ علمی (علمی مہارت) کا یقین ہو کہ اُنہیں اِس فن تفسیر میں کتنا بلند مرتبہ حاصل تھا۔ آپ نے اپنے ترجمہ میں کیسے دریا کو کوزہ میں بند فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تبحّرِ علم التفسیر کا ایک نمونہ فقیر کا رسالہ "امام احمد رضا اور علم التفسیر" کا مطالعہ کیجئے۔

فہرست تفاسیر و مفسرین جنہوں نے آیت لذنبک میں امت مراد لی ہے۔

نمبر شمار	نام مصنف	حوالہ
۱	امام فخر الدین رازی رحمہم اللہ	ان کی اصل عبارت لکھی گئی
۲	قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہم اللہ	ان کی اصل عبارت لکھی گئی
۳	عارف شیخ احمد صاوی رحمہم اللہ	ان کی اصل عبارت لکھی گئی
۴	نظام الدین حسن بن محمد رحمہم اللہ	ان کی اصل عبارت لکھی گئی
۵	امام ابولیث سمرقندی حنفی رحمہم اللہ	تفسیر القرآن
۶	امام ابن عطاء بغدادی رحمہم اللہ	بحوالہ نسیم الریاض
۷	امام ابوعبد الرحمن سلمی رحمہم اللہ	التفسير في التصوف
۸	امام ہبۃ اللہ بغدادی رحمہم اللہ	الناسخ والمنسوخ
۹	امام مکی ابو طالب رحمہم اللہ	بحوالہ الشفاء للقاضي عياض
۱۰	امام قاضی عیاض رحمہم اللہ	الشفاء جلد ۱، صفحہ ۱۳۷ تا ۱۳۸
۱۱	ملا علی قاری حنفی رحمہم اللہ	شرح الشفاء جلد ۴، صفحہ ۱۷۵
۱۲	امام شہاب الدین خفاجی حنفی رحمہم اللہ	نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۱۷۵
۱۳	امام اسماعیل حقی حنفی رحمہم اللہ	روح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۰

[58] (حاشية الصاوي علي تفسير الجلالين،سورة الفتح: قوله وهو موؤل،4/ 91، مطبعة بولاق، 1878هـ)

[59] (تفسير النيسابوري = غرائب القرآن ورغائب الفرقان،سورة الفتح: 1إلي 29، 6/ 144، دار الكتب العلميه – بيروت، الطبعة: الأولى – 1416 هـ)

۱۴	امام قرطبی مالکی رحمہم اللہ	الجامع الاحکام القرآن، جلد ۸ صفحہ ۲۱۱
۱۵	امام ابوحیان اندلسی رحمہم اللہ	البحر المحیط، جلدی، صفحہ ۵۲۸
۱۶	امام نسفی حنفی رحمہم اللہ	مدارک التنزیل، جلد ۳، صفحہ ۵۴۵
۱۷	امام سید محمود آلوسی حنفی رحمہم اللہ	روح المعانی صفحہ ۷۷، جلد ۱۳
۱۸	علامہ سلیمان جمل رحمھم اللہ	حاشیہ الجمل علی الجلالین، جلد ۴ صفحہ ۲۰
۱۹	علامہ حسین کاشفی رحمہم اللہ	تفسیر حسینی فارسی، صفحہ ۱۰۷۰

نوٹ: اِن کے علاوہ متعدّد تفاسیر و کُتُبِ سِیَر (سیرت کی کتابوں) میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے ترجمہ کی تائید ملتی ہے۔ فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غفرلہ) نے رسالہ کو ضَخامَت (موٹائی) سے بچانے کے لیے اِنہی مَعروف تفاسیر پر اِکتفاء کیا ہے۔

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ[60]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تائید غیر مقلدین اور دیوبندیوں کی تفاسیر و تصانیف سے بھی ہوتی ہے، چند ایک کے اَسماء (نام) حاضر ہیں:

۱. موضح القرآن، منسوب بہ شاہ عبد القادر، طبع کراچی، صفحہ ۴۹۵۔

۲. تفسیر قادری، ترجمہ تفسیر حسینی، طبع کراچی، شائع کنندگان دیوبندی، صفحہ ۲۴۲۔

۳. حاشیہ عثمانی بر ترجمہ محمود الحسن، صفحہ ۶۴۹۔

۴. اشرف الحواشی، ترجمہ وحید الزمان (غیر مقلد)، صفحہ ۵۶۵۔

۵. حاشیہ ترجمہ ثنائی (غیر مقلد)، صفحہ ۵۶۶۔

نوٹ: یہ صرف چند نمونے تائیدی (تصدیق) عرض کیے ہیں۔ اگر بالاِستیعاب (مکمل طور پر) صرف اِن حوالوں کو جمع کیا جائے تو الحمد للہ ایک ضخیم تصنیف (موٹی کتاب) تیار ہو سکتی ہے۔

ہزار حیف بر سعیدی و حیدرآبادی: دیوبندی و وہابی تو رسول اللہ ﷺ کے بُغض و عَداوت میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے بارے میں جو کچھ لکھیں تو وہ " فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ "(القلم:10) (ان کے دلوں میں بیماری ہے) کے مطابق مجبور ہیں۔ لیکن صد افسوس اور ہزار حیف اُن مولوی نما غلام رسول سعیدی اور اُس کے چیلے زبیر حیدر آبادی پر کہ ایک طرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے عقیدت کا دَم بھرتے ہیں، اور دوسری طرف اُن پر جارحانہ حملے کرتے ہیں، جنہیں پڑھ کر ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتی ہیں اور مخالفین بغلیں بجاتے ہیں (یعنی خوشی مناتے ہیں)۔

ذیل میں ان شوم بختوں (بد نصیبوں) کی عبارات ملاحظہ ہوں:

غلام رسول سعیدی: اِس نے "شرح مسلم" لکھ کر اپنی عاقِبت (آخرت) برباد کی۔ اِس کی "شرحِ مسلم" سے چند حوالے درج ذیل ہیں:

۱. "لیکن یہ تفسیر (کنز الایمان) احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً بھی مخدوش (قابل اعتراض)"۔ (جلد ۳ ص ۹۸)

۲. "اِس آیت سے اُمّت کی مغفرت مراد لینا صحیح نہیں"۔ (صفحہ مذکور)

---

[60] (یعنی اصل فضیلت وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں۔) (نوری)

۳. اِسی کی جلد ششم کے صفحہ نمبر ۶۹۱ میں ہے: "یہ ترجمہ صحیح نہیں کہ 'تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے'"۔

۴. اسی میں صفحہ ۲۹۱ اور صفحہ ۶۹۴ پر ہے: "اِس ترجمہ کے غلط ہونے کی سب سے واضح دلیل" الخ۔

۷. اس کی جلد ہفتم (ساتویں) کے صفحہ ۳۲۴ میں ہے: "ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت (زبان)، اطلاقات قرآن (قرآنی استعمالات)، نظم قرآن (قرآنی ترتیب وسیاق)، اور اَحادیثِ صحیح کے خلاف ہے اور اِس پر عقلی خدشات (عقل پر مبنی اعتراضات) اور ایرادات (تنقیدیں) بھی ہیں۔"

۸. اسی میں صفحہ ۳۴۶ پر ہے: "جس ترجمہ میں مغفرت کا تعلق اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ لغت، قرآنِ مجید کی بکثرت آیات (زیادہ آیات)، انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کے تعلق، تنظیم قرآن (قرآنی اسلوب)، احادیث، آثار (صحابہ و تابعین کے اقوال) اور فُقہاء اسلام کی تصریحات (واضح اقوال) کے خلاف ہے۔"

۹. اس کی اسی جلد میں صفحہ ۳۲۵ پر ہے: "ہمارے نزدیک اللہ کی بیان کردہ اضافت (نسبت یا نسبت کردہ بات) کے خلاف اِس آیت میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لینا صحیح نہیں ہے۔"

نوٹ: ایک سانس (یعنی ایک تسلسل میں) میں سعیدی نو بار اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر حملہ آور ہوا ہے، دلیل (ثبوت یا علمی بنیاد) ایک بھی نہیں لکھی۔ اس کے نو حملے، فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غفرلہ) کے بیان کردہ حوالہ جات (مستند کتب کے اقتباسات) کے سامنے سعیدی غریب کی کوئی احمق (غیر عقلمند یا جاہل) ہی سنے گا۔ اور اُس کے چیلے (شاگرد یا پیروکار) چنانچہ ایک چیلا بولتا ہے: "وہ تھا گُرو یہ ہے چیلہ!"

بعض اوقات چیلے گرو (استاد) سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ حیدرآبادی زبیر اپنے گرو کو کوسوں پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ اِس کی تصریحات (بیانات) ملاحظہ ہوں:

حیدرآبادی زبیر کی اِس موضوع پر ریکارڈ کی گئی کیسٹ (آڈیو ریکارڈنگ) میں، زیرِ بحث ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق اُن کے یہ جملے موجود ہیں، جو اُس نے کئی بار دہرائے ہیں کہ

۱. "یہ صحیح نہیں" ۲. "یہ معنی حدیث کے خلاف ہے۔"

۳. "ایک اور معنی ہیں جو حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ قرآن پاک میں بیان کیے ہیں، الخ"

۴. اِس بارے میں اِس کے تحریر کردہ ایک بیان کے صفحہ پر ہے: "یہ جواب صحیح نہیں۔ اھ"

۵. اِسی میں صفحہ ۲ پر ہے: "یہ تفسیر احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے اور عقل بھی مخدوش (کمزور یا مشکوک) ہے۔ اھ"

۶. اِسی میں صفحہ ۳ پر کئی بار مرقوم (تحریر شدہ) ہے: "یہ معنی حدیث کے خلاف ہے۔ اھ"

۷. صفحہ ۴ پر ہے: "یہ معنی لینا حدیث کے بھی خلاف ہے اور عقل کے بھی۔ اھ"

نوٹ: زبیر حیدرآبادی کا یہ بیان مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۹۷ء کا تحریر کردہ ہے جس کی فوٹو کاپی (تصویری نقل) ریکارڈ پر محفوظ ہے۔

علاوہ ازیں اِس نے "مغفرتِ ذنب" کے عُنوان سے اس موضوع پر جو اپنا ایک (دو سطریں زائد اٹھاون صفحات کا) رسالہ شائع کیا ہے، ویسے تو وہ اول سے آخر تک مکمل طور پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اِس ترجمہ کے خلاف ہونے کے باعث مانحن فیہ کی واضح دلیل ہے تاہم اِس کے بعض مخصوص جملے عنوانِ ہٰذا سے صریحاً تعلق رکھتے ہیں، اس لئے انہیں بھی پڑھئے صفحہ ۲ پر ہے۔

۸. حدیث کے صریح خلاف اھ۔

۹. کئی احادیث کے یہ ترجمہ خلاف ہے اھ۔

۱۰. ترجمہ اور حدیث آپس میں ایک دوسرے کے منافی ہیں اس لئے ان دونوں میں سے کوئی ایک صحیح ہو گا اھ۔

۱۱. اس میں صفحہ ۹ پر لکھا ہے: "قول صریح احادیث کے خلاف ہے اھ۔

۱۲. یہ معنی صریح احادیث کے خلاف ہیں۔

۱۳. اسی میں صفحہ ۲۰ پر کئی مرقوم ہے" قول ضعیف اور غیر معقول، غیر صحیح، بعید صحیح احادیث کے صریح خلاف ہے اور ملخصا بلفظہ۔

۱۴. صفحہ ۲۸ پر کئی بار مرقوم ہے غیر مقبول، مردود، ضعیف، بعید، غیر حسن، حدیث کے خلاف، غلط، حدیث شفاعت کے بھی منافی ہے اھ ملخصا بلفظ۔

۱۵. صفحہ ۲۹ پر ہے: "یہاں امت کی مغفرت مرادلینا اس حدیث شفاعت کے بھی خلاف ہے اھ (مزید)

۱۶. صفحہ ۳۰ پر ہے: اس آیت مبارکہ میں امت کی مغفرت مرادلینا اس حدیث شفاعت کے بھی خلاف ہے اھ

۱۷. اس میں صفحہ پر ہے: غیر صحیح اور ضعیف اھ۔

۱۸. صفحہ ۳۳ پر ہے: "مردود غیر صحیح غیر مقبول اھ۔

۱۹. اس میں صفحہ ۳۴ پر ہے: "ضعیف اور غیر مقبول اھ۔

۲۰. صفحہ ۴۷ پر ہے: " آیت مبارکہ "لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ "[61] میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی مغفرت مرادلینا یہ نقلی اور عقلی طور پر درست نہیں بلکہ متعدّد صحیح اَحادِیث کے صریح خلاف ہے اھ۔

تبصرہ اویسی غفرلہ: واقعی چیلہ گرو سے بازی لے گیا، اُس نے چند باتوں پر اکتفا کیا، چیلے نے بیس حملے کئے اور ساتھ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر تحریف القرآن جیسے قبیح اَمر کے اِرتکاب کا الزام لگایا یہ بہتان ایسے غلط ہے جیسے ننھا چیلہ، کیونکہ فقیر (مفتی فیض احمد اویسی) متعدد تفاسیر کی تصریحات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تائید میں پیش کر چکا ہے۔

چیلہ پھانسی کے پھندے میں: ایسے ہونہار (قابل، ذہین) چیلے کبھی پھانسی کے پھندے کا مُنہ بھی دیکھتے ہیں۔ شاہ غَوث علی پانی پتی نے "تذکرہ غَوثیہ" میں لکھا کہ اگر وہ چیلہ سفر کو چلے تو ایسے ملک میں پہنچتے جہاں یہ شے کا نرخ (قیمت) چار آنے تھا۔ چیلے نے وہاں اقامت پذیر ہونے کا مشورہ دیا۔ گُرو نے کہاں کہ یہاں کے لوگ بے وقوف ہیں، یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ بالآخر چیلے کے اِصرار (ضد) پر وہاں دونوں مُقیم ہو گئے۔ چُونکہ ہر شے چار آنے کو ملتی تھی، اِس لیے چیلے نے مرغن (چرب، چٹ پٹی) غذا کھانی شروع کر دی، اور گرو نے احتیاط رکھی۔ تھوڑے عرصے میں چیلہ موٹا ہو گیا۔ اس شہر کے بادشاہ کے ہاں ایک مقدمہ (عدالتی معاملہ) پیش ہوا کہ ایک آدمی دیوار کے نیچے دَب کر مر گیا۔ وہ دراصل اُس گھر میں چوری کرنے گیا تھا، دیوار گری تو اُس سے مر گیا۔ بادشاہ نے کہا: گھر والے کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکاؤ کہ اُس نے ایسی دیوار کیوں بنوائی جس سے ایک جان چلی گئی۔ گھر والے کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور حاضر کیا گیا۔ اُس شخص نے کہا: اِس میں میرا کوئی ذِمّہ (قصور) نہیں، یہ دیوار بنانے والے کا قصور ہے، اُس نے کچّی دیوار بنائی تھی۔ دیوار بنانے والے مستری کو پکڑ لیا گیا۔ اُس نے کہا: میرا قصور نہیں، گارَہ (مٹی کا مسالہ) بنانے والے مزدور کا قصور ہے، اُس نے کچّا گارَہ بنایا۔ مزدور پکڑا گیا۔ اُس نے کہا: جب میں گارَہ بنا رہا تھا، اونٹ مست

[61] (الفتح: ۲) **ترجمہ:** کنزالایمان تا کہ اللہ تمہارے سبب سے ۔۔۔

(باؤلا) بھاگا آرہا تھا۔ مجھے اُس سے خوف ہوا کہ کہیں کاٹ نہ ڈالے، میں نے جلدی سے گارہ بنا کر مستری کو پیش کر دیا۔ حکم ہوا: اونٹ والے کو پکڑو۔ وہ حاضر ہوا، اُس نے عرض کی: میرے ذِمّہ نہیں، میں اونٹ پر سوار تھا، تو ایک عجیب عورت جو زیور پہنے ہوئے تھی، اُس کی چھن چھن کی آواز سے اونٹ بِدک کر بھاگا تھا۔ حکم ہوا کہ عورت کے شوہر کو پکڑو۔ وہ حاضر ہوا، اُس نے کہا: سُنار (زیور بنانے والا) نے کچھ ایسے زیورات بنائے جس سے اونٹ ڈر گیا۔ یہ سُنار کا قصور ہے۔ سُنار کو بلایا گیا، اُس سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ بادشاہ نے فرمایا: سُنار کو پھانسی پر لٹکا دو۔ سُنار کے گلے میں پھندا ڈالا تو اُس کی گردن میں فِٹ نہ آیا۔ بادشاہ نے فرمایا: ایسے آدمی کو تلاش کرو جس کے گلے میں پھندا فِٹ آجائے۔ چنانچہ تلاش کرنے پر پہلے چیلے پر پھندا فِٹ آگیا، کیونکہ وہ غذا کھا کر موٹا ہو گیا تھا۔ اُس کے بعد حِکمتِ عملی (چالاکی) سے گُرو نے اُسے بچالیا۔

یہی حال سَعیدی اور اُس کے چیلے کا ہے، اور ہمارا دَور بھی اُس ملک کی طرح ہے کہ جسے دیکھو، مُجتہد (خود ساختہ فقیہ) بنا بیٹھا ہے، جو اُس کے مُنہ میں آتا ہے کہتا جاتا ہے۔ سَعیدی کے چیلے نے نہ صرف اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللّٰہ علیہ پر وار کیے ہیں، بلکہ اُن کے ترجمہ کے قائلین و مؤیدین (ماننے والوں اور حمایت کرنے والوں) کو گُستاخِ رسول کہہ دیا ہے۔

سَعیدی نے اپنے چیلے کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اور علم و ادب کی تمام حدیں پھلانگ کر "رسالہ مغفرتِ ذَنب" میں امامِ اہلسنّت کے اس ترجمے کے قائلین و مؤیدین کو اہلِ سنّت و جماعت سے خارج، کافر اور گستاخِ رسول قرار دینے کا عظیم کارنامہ سرانجام دے دیا ہے۔

چنانچہ اپنے اس رسالے میں متعدد مقامات پر اُس کے قائلین و مؤیدین کو دنیا کا خطرناک فِرقہ قرار دیا ہے، جو اُنہیں خارج از اہلِ سنّت قرار دینے کے مترادف ہے۔ ملاحظہ ہو: صفحات ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۲، ۱۳ بلکہ اِس اَمر کی صَراحت بھی کر دی ہے کہ یہ فِرقہ مرزائیوں، خارجیوں اور پرویزیوں جیسا خطرناک ہے۔ چنانچہ صفحہ ۳ "پیش لفظ" کے تحت بعدِ خُطبہ لکھا ہے: پھر رسالہ "مغفرتِ ذَنب" میں تمام اہلِ سنّت کی خُوب خَبَر لی ہے۔

اشتہار وواجبُ الإظہار: زبیر حیدر آبادی نے اِس پر اکتفا (بس) نہیں کیا بلکہ اس نے لمبا چوڑا اشتہار شائع کیا، جس میں نام لے کر کافر کہا اور اُن بر گُزیدہ (عظیم، بلند مرتبہ) علماءِ اہلِ سنّت کو توبہ کی دعوت دی ہے۔

فقیر (مفتی فَیض اَحمَد اُویسی) ان دونوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر، اِن شاءَ اللہ عزَّوَجَلَّ کل قیامت میں امام احمد رضا محدث بریلوی، قُدِّسَ سِرہُ کی طرف سے ہم تمام اہلِ سنّت گُرو اور چیلے کے خلاف بارگاہِ خداوندی میں اپنا مقدمہ پیش کریں گے۔

بہر حال، اِن دونوں صاحبان کی تردید (رد، مخالفت) میں درجنوں رسائل اور تصانیف (کتابیں) لکھی جاسکتی ہیں، اور عوام و خواصِ اہلِ سنّت کے نزدیک دونوں گُرو اور چیلہ دُھتکارے جا چکے ہیں۔ اگر ان پر سرپرستوں کا سایہ نہ ہوتا، تو عرصے سے اہلِ سنّت اُن کا نام سُننا بھی گوارا نہ کرتے۔ اُن سرپرستوں کے زیرِ سایہ، تمام اہلِ سنّت کے علماء و مشائخ کو خُوب گالیاں دی جارہی ہیں، بالخصوص چیلہ تو اِس طرح اُچھل کود کر رہا ہے اور مزے لے لے کر علماء و مشائخ کو گالیاں بک رہا ہے۔ حضرت عارف رومی والی حکایت اس پر صادق (پورا) آتی ہے کہ بلی چھت پر بیٹھ کر شیر کو گالی دے رہی تھی۔ شیر نے کہا: تو نہیں گالی دے رہی، چھت دے رہی ہے۔ ان دونوں گُرو اور چیلے کا یہی حال ہے۔

گُرو کو دارالعلوم نعیمیہ، کراچی اور فرید بُک اسٹال، لاہور نے، اور چیلے کو جمعیت علماءِ پاکستان نے پناہ دے رکھی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کل قیامت میں ان گُرو اور چیلے کے ساتھ اُن کے سرپرستوں سے بھی باز پُرس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جن مخالفین نے امام احمد رضا خان قُدِّسَ سِرہُ کے ترجمے کی خوبی کے باوجود، اُسے غلط ترجمہ، بَاعِثِ ضلال (گمراہی کا سبب)، سَہو و خطا سمجھا اللہ تعالیٰ اُنہیں حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

فقط والسلام مع الاکرام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

۲۰ ربیع الاول شریف ۱۴۲۱ھ

ضَمیمه

فقیر (مُفتی فَیض اَحمَد اُویسی) رسالہ "کنزُ الِایمان" پر اعتراضات کے جوابات مکمل کر کے سفر حجازِ اَقدس اور شام و عراق کے سفر کو چلا گیا۔ حُضُورِ غَوثِ پاک رَضِیَ اللّٰہُ عَنہ کے مزار کے قریب مجھے ایک کتاب "شرح خَتمِ الوِلایہ" ملی۔ اُس میں شیخ اَبرقُ الدِّین ابن ُالعَرَبی، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہ کی تقریر پڑھی، اُس سے دل باغ باغ (انتہائی خوش، مسرور) ہو گیا۔ اس سے امامِ اہلِ سنّت، مولانا الشاہ اَحمد رضا خان فاضل بریلوی، رحمۃُ اللّٰہِ عَلَیہ کی بھرپور تائید (تصدیق، حمایت) تھی۔ اصل عربی مع ترجمہ (اور اس کا ترجمہ) ملاحظہ ہو۔

السؤال الخامس والخمسون ومائة

ما مَضى المَغفِرَةُ التي لِنَبينا وقد بُشِّرَ النّبِيّونَ بالمَغفرةِ؟

الجوابُ: الغُفرُ السترُ، فسترَ عن الأنبياءِ عليهم السلامُ في الدنيا كونهم نوّابًا عن رسول الله وكشف لهم عن ذلك في الآخرة إذ قال: أنا سيدُ الناسِ يوم القيامةِ، فيشفع فيهم ﷺ أن يشفعوا، فأن شفاعتهٗ ﷺ في كل مشفوعٍ فيه نجسبُ ما يقتضيه حالهُ من وجوه الشفاعةِ. فبشر النبيين بالمغفرة الخاصةِ، وبشر محمدًا ﷺ بالمغفرة العامةِ، وقد ثبتَ عصمتهُ، فليس له ذنبٌ يغفر، فلم يبق إضافةُ الذنب إليه إلا أن يكون هو المخاطبُ والقصدُ أمته كما قيل: إياك أعني فاسمعي يا جارة. وكما قيل له: فان كنت في شك مما أنزلنا إليك فاسأل الذين يقرؤون الكتاب من قبلك، ومعلومٌ أنه ليس في شك، فالمقصود من هو في شك من فالمقصود من أشرك، فهذه صفته. فكذلك قيل له: ليغفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر، وهو معصوم من الذنوب، فهو المخاطب بالمغفرة، والمقصود من تقدم من آدم إلى زمانه وما تأخر من الأمة من زمانه إلى يوم القيامة، فإن الكل أمةٌ، فإنه ما من أمةٍ إلا وهي تحت شرع من الله، وقد قررنا أن ذلك هو شرع محمد من اسمه الباطن حيث كان نبيًا وآدم بين الماء والطين، وهو سيد النبيين والمرسلين، فإنه سيد الناس وهم من الناس، وقد تقدم تقرير هذا كله. فبشر الله محمدًا بقوله: ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر بعموم رسالته إلى الناس كافة، وكذلك قال: وما أرسلنا إلى كافة الناس، وما يلزم الناس رؤيةُ

شخصه، فكما وجه في زمان ظهور جسمه رسوله عليا ومعاذاً إلى اليمن لتبليغ الدعوة، كذلك وجه الرسل والأنبياء إلى أممهم من حين كان نبيًا وآدم بين الماء والطين، فدعا الكل إلى الله، فالناس أمة من آدم إلى يوم القيامة، فبشره الله بالمغفرة لما تقدم من ذنوب الناس وما تأخر منهم، فكان هو المخاطب والمقصود الناس فيغفر الله للكل ويسعدهم، وهو اللائق بعموم رحمة التي وسعت كل شيء وبعموم مرتبة محمد عند الله حيث بعث إلى الناس كافة بالنص، ولم يقل أرسلناك إلى هذه الأمة خاصة ولا إلى أهل هذا الزمان إلى يوم القيامة خاصة، وإنما أخبره أنه مرسل إلى الناس كافة بالنص ولم يقل أرسلناك إلى هذه الأمة خاصة ولا إلى أهل هذا الزمان إلى يوم القيامة خاصة، وإنما أخبره أنه مرسل إلى الناس من آدم إلى القيامة، فهم المقصودون بخطاب مغفرة الله لما تقدم من ذنب وما تأخر، والله ذو الفضل العظيم. (انتہی بقدر الضرورۃ)

تعارف کتاب: یہ کتاب "الولایۃ" شیخ عارف باللہ حکیم ترمذی صاحب نوادر الاصول کی تصنیف ہے ۱۲۵ سوالات ہیں جن کی تلخیص کر کے شیخ اکبر محی الدین عارف کامل امام ابن ان العربی نے شرح فرمائی تختی کلاں، صفحہ ۱۰۷ مصری خط پر مشتمل ہے۔ (قابل مطالعہ کتاب ہے)

سوال ۱۵۵: اِس مغفرت کا کیا معنیٰ ہے جو ہمارے نبی پاک ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے حالانکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو توبشارت سے نوازا ہے؟

الجواب: "الغُفرُ" بمعنی السترِ ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سِتر سے نوازا، اِس لیے کہ یہ تمام حضرات دنیا میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے نائب تھے۔ یہ راز قیامت میں اُن کے لیے کھولا جائے گا، کیونکہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے:

"أنا سَيِّدُ النّاسِ يومَ القيامةِ "[62] یعنی میں قیامت میں تمام لوگوں کا سردار ہوں۔

اس وقت حضور نبی پاک ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو مغفرتِ خاصہ کی خوشخبری سنائی اور حضور نبی پاک ﷺ کو مغفرتِ عامہ سے نوازا۔ اور یہ عقیدہ مُسلَّم (متفقہ) ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ مُطلقاً معصوم (بے خطا) ہیں، آپ کا کوئی "ذنب" (گناہ) نہیں کہ جس کے بخشے جانے کی خبر دی جائے۔ اِس اعتبار سے اِس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں کہ بس یہی کہا جائے کہ غفرانِ ذنب کے آپ صرف مخاطب ہیں، لیکن در حقیقت اِس کا مِصداق (مطلب) اُمّت (عوام) ہے، جیسا کہ اِس مصرعہ میں ہے:

إياك أعني واسمعي يا جاره[63] **ترجمہ:** اے جارہ میں نے صرف تیرا ہی قصد کیا ہے اِسے اچھی طرح سن لے۔

اور اِس کے نظائر (مثال) قرآن مجید میں بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کو مخاطب فرمایا:

(۱) فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ فَسۡـَٔلِ ٱلَّذِينَ يَقۡرَءُونَ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكَ[64]

---

[62] (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/ 185، الحديث 194، دار إحياء الكتب العربية)

[63] (تفسير النسفي = مدارك التنزيل وحقائق التأويل، سبا: 40، 3/ 68، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة: الأولى، 1419 هـ - 1998 م)

[64] يونس: 94 **ترجمہ:** اور اے سننے والے اگر تجھے کچھ شبہ ہو اس میں جو ہم نے تیری طرف اتارا تو ان سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں۔

اور یہ سب کو اعتراف اور معلوم ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کو کسی قسم کا شک نہ تھا اس میں شک کی بات بھی امت کے لئے ہے۔

(۲) اور فرمایا: لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ [65] سب کو یقین ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ سے شرک کا صُدور ممتنع (ناممکن) ہے تو ثابت ہوا کہ اِس آیت میں بھی اگرچہ خطاب نبی پاک ﷺ کو ہے لیکن مراد وہ جو بھی شرک کا ارتکاب کرے۔ "لِّيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ" [66] کی تحقیق شیخ اکبر محی الدین اِبنُ العربی رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا تمہید کے بعد فرماتے ہیں کہ آیتِ مذکورہ بالا میں " ذنب " کی اضافت حضور نبی پاک ﷺ کی طرف ہے حالانکہ آپ یہ جُملہ ذُنوب (تمام گناہوں) سے معصوم ہیں، اس کے باوجود آپ ﷺ کو خطاب کیا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی مغفرت سے "تقدم" سے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آپ کے زمانہ تک کے لوگ مراد ہیں اور "تاخر" سے آپ ﷺ کی امت تا قیامت مراد ہے۔

ویسے یہ قاعدہ مُسلّم (متفقہ) ہے کہ اگلے پچھلے تمام لوگ آپ ﷺ کے اُمّتی ہیں کیونکہ ہر اُمّت شَرعِ الٰہی کے ماتحت ہے اور ہم (شیخ اکبر رضی اللہ عنہ) نے دلائل سے دوسرے مقام پہ ثابت کیا ہے کہ شرعِ الٰہی اِسمِ باطن کے ذریعہ سے شرعِ محمدی ﷺ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی ہے: "كنت نبيًا وآدم بين الماء والطين" [67] اِس معنی پر آپ ﷺ سید النبیین والمرسلین ﷺ ہیں (اس کی مکمل تحقیق گذری)

شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کتاب میں بیان فرمائی۔ اِسی قاعدہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو آیت "لِّيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ" میں خوشخبری سنائی کہ اگلے پچھلے لوگوں کے گناہ بخش دیئے۔ یہ اِس معنی پر ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں (اگلے پچھلے سب) کے رسول ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ " [68] (پارہ ۲۳)

ازالہ وہم: اِس سے یہ ضروری نہیں کہ اُمّت اپنے نبی علیہ السلام کے ظاہری جسمِ مبارکہ کو بھی دیکھیں اِس کی نظیر (مثال) آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ملک یمن والوں کی طرف سیدنا علی المرتضیٰ وسیدنا معاذ رضی اللہ عنہما کو تبلیغِ دعوت کے لئے پیغام رساں بنا کر بھیجا، یوں ہی آپ ﷺ جب عالمِ ارواح میں تھے تو اپنی جانب سے اُمّتوں کی طرف انبیاء ورُسل علی نبینا وعلیہم السلام کو بھیجا جب کہ اُنہوں نے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔

نتیجہ: اِس سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے لوگ حضور نبی پاک ﷺ کی اُمّت میں اللہ تعالیٰ نے آیت "لِّيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ" میں تمام لوگوں (پچھلے اگلے سب) کی مغفرت کی نوید سنائی۔ خلاصہ یہ کہ اِس آیت میں مخاطب حضور سرورِ عالم ﷺ ہیں لیکن مراد تمام لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سب کو (نبی پاک ﷺ کے صدقے) بخشے گا اور انعامات سے نوازے گا۔ اور اِس کی عُمومِ رحمت (جو تمام کو محیط ہے) کا اور رسول اللہ عزوجل ﷺ کے مرتبہ کمال کے عموم کے لائق بھی یہی ہے کہ آپ بہ نصِ قرآنی تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ اِس لئے "وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

---

[65] الزمر: 65 **ترجمہ**: اگر تونے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا

یہ آیت نبی اکرم ﷺ سے خطاب کے انداز میں ہے، لیکن اصل مخاطب تمام انسان ہیں۔ یعنی اگر کوئی بھی شرک کرے گا تو اس کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے، خواہ وہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو۔

[66] الفتح: 2 **ترجمہ**: تاکہ اللہ تمہارے سب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے

[67] (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المقصد الأول: في تشريف الله تعالى له عليه الصلاة والسلام مدخل، 1/ 64، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان الطبعة: الأولى، 1417 هـ - 1996 م)

[68] سبا: 28 **ترجمہ**: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے

كَآفَّةً لِّلنَّاسِ" فرمایاہے۔"أرسلناك إلى هذه الأمة "یا"أرسلناك إلى أهل هذا الزمان إلى يوم القيامة " نہیں فرمایابلکہ فرمایاہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے اور "الناس " سے آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک لے لوگ مراد ہیں اس لئے آیت "مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" میں گناہوں کی مغفرت کے خطاب میں وہی لوگ مراد ہیں۔(نہ کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الحدید:21)۔[69]

(شرح ختم الولایہ شیخ الاکبر رضی اللہ عنہ صفحہ ۱۰۶،۱۰۷)

نوٹ: امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ چودھویں صدی کے عرب و عجم کے بالا تفاق مجدّد ہیں۔ مجدّد کا کام ہوتا ہے کہ صدی میں مسائل وعقائد کی ایسی تنقیح و تحقیق کرے جس میں کسی قسم کا کوئی غُبار نہ رہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تنقیح تحقیق و تنقید پر تمام اہلسنت نے اعتماد کیا۔ اب کسی سنی عالم کا حق نہیں کہ وہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیق سے روگردانی کرے اِس سے اُس کے اپنے نقصان کے علاوہ سنیّت کا سخت نقصان ہے جیسا کہ مَغفرتِ ذَنب کے فتنہ کو سب نے آزمالیا۔ اب گذارش ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ پر ہی اعتماد کیا جائے جس کی تائید میں فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غفرلہ) نے رسالہ "کنز الایمان پر اعتراضات کے جوابات" فقیر (مفتی فیض احمد اویسی غفرلہ) نے درجنوں تفاسیر و تصانیف کے حوالے پیش کئے اُن میں یہی ایک حوالہ کا وزن بھی بھاری ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اگر کوئی حوالے ہیں وہ غیر مُنقّح ہیں، اِس لئے اپنے انجام کی بھلائی اور سنیت کی خیر خواہی کے پیشِ نظر اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر اعتماد کیا جائے۔ ورنہ قیامت میں فیصلہ ہو گا۔

وما علينا الا البلاغ

فقط والسلام مع الاكرام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

---

[69] (الفتوحات المكية، في المعارف / الباب الثالث والسبعون : في معرفة عدد ما يحصل من الأسرار للمشاهد عند المقابلة والانحراف، 3/ 206، دار الكتب العلمية،2011)